ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

35

www.tanzeem.org

3 تا 9 ستمبر 2013ء/24 تا 30 شوال المکرّم 1434ھ

## پاکستان کی بقا اور اس کی نظریاتی بنیاد

''علامہ اقبال اور قائداعظم آپ کو اسلام کی بنیاد پر ایک وطن دے کر گئے ہیں۔ اقبال نے آپ کو فکر اور نظریہ دیا، اور قائداعظم کی قیادت میں آپ کو یہ وطن حاصل ہوا۔

اِس وطن کی انوکھی شان یہ ہے کہ اس کا نظریہ پہلے وجود میں آیا اور ملک بعد میں بنا۔ اگر اس ملک کے بنیادی نظریے کو یا دوسرے لفظوں میں اس کی نظریاتی بنیاد کو ہٹا دیا جائے تو یہ ملک قائم نہیں رہ سکتا۔ آج اس ملک کی نظریاتی بنیاد پر مختلف اطراف سے حملے کیے جا رہے ہیں، لیکن کیا آپ اس چیز کو جو اتنی محنتوں اور عظیم قربانیوں کے نتیجے میں حاصل ہوئی، یونہی اپنی غفلت اور کوتاہ ہمتی سے ضائع کر دیں گے؟

میں کہتا ہوں اگر آپ نے اس کو کھو دیا، تو تاریخ انسانی میں یہ بات ثابت کر دیں گے کہ یہ ایک بیوقوف قوم تھی جس نے لاکھوں جانوں، اَن گنت عصمتوں اور کروڑوں اور اربوں روپوں کی جائیدادیں قربان کر کے ایک وطن حاصل کیا، مگر حاصل کرنے کے بعد چند برس کی مدت کے اندر ہی اندر اس کو کھو بھی دیا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو تاریخ میں آپ کا مقام ایک بیوقوف اور ایک احمق قوم کی حیثیت سے باقی رہ جائے گا (بشرطیکہ آپ کی تاریخ کو باقی رہنے دیا گیا!)

اگر آج آپ نے اشتراکیت یا وطنی قومیت کے ذریعے کسی اور باطل ازم کو اختیار کیا، تو صرف یہی نہیں کہ آپ کی آزادی ختم ہو جائے گی بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کا وجود بھی ختم ہو جائے گا، اور مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ اسپین کے بعد تاریخ کا یہ دوسرا بھیانک المیہ ہوگا کہ اس برصغیر میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت کا خاتمہ ہو گیا۔''

**تفہیمات** (پنجم)

سید ابوالاعلیٰ مودودی

اس شمارے میں

شہ رگ

رسولوں کا مقصد بعثت

سینوں میں شرر جاگ اُٹھے

حجاب: میرا وقار، میرا افتخار

وزیراعظم کا خطاب: حقائق کے آئینے میں

''مسلمانوں کی قوت کو کیسے توڑا جائے''

شام کا بحران اور تیسری عالمی جنگ (III)

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (577)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

# سُورۃ اِبْراھِیم

(آیات:24 تا 27)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ ﴿ۙ۲۴﴾ تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَہَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّہَا ؕ وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیۡثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیۡثَۃِۣ اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَہَا مِنۡ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیۡنَ ۟ۙ وَ یَفۡعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾

**آیت ۲۴** ﴿اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً﴾ ''کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان کی ہے کلمہ طیبہ کی!''

کلمہ طیبہ سے عام طور پر تو کلمہ توحید ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ'' مراد لیا جاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ افضل الذکر ہے' لیکن یہاں کلمہ طیبہ سے توحید پر مبنی عقائد و نظریات' بھلائی کی ہر بات' کلامِ طیب اور حق کی دعوت مراد ہے۔

﴿کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾﴾ ''(اس کی مثال ایسی ہے) جیسے ایک پاکیزہ درخت' اس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں۔''

**آیت ۲۵** ﴿تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَہَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّہَا ؕ﴾ ''یہ (درخت) ہر فصل میں اپنا پھل لاتا ہے' اپنے رب کے حکم سے۔''

اس درخت کی جڑیں زمین میں مضبوطی سے جمی ہوئی ہیں' اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور اس کا پھل بھی متواتر آ رہا ہے۔

﴿وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۲۵﴾﴾ ''اور اللہ مثالیں بیان کرتا ہے لوگوں کے لیے' تاکہ وہ نصیحت اخذ کریں۔''

کوئی بھلائی کا کام ہو' نیکی کی دعوت ہو' راہِ حق کی کوئی تحریک ہو' جس نے بھی ایسی کسی نیکی کی ابتدا کی اس نے گویا اپنے لیے ایک بہت عمدہ پھلدار درخت لگا لیا۔ یہ درخت جب تک باقی رہے گا اپنے اثرات و ثمرات سے نہ معلوم کس کس کو فیض یاب کرے گا۔ جیسے کسی نے بھلائی کی دعوت دی اور اس دعوت کو کچھ لوگوں نے قبول کیا' انہوں نے اس دعوت کو مزید آگے پھیلایا' یوں اس نیکی کا حلقۂ اثر وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا اور نہ معلوم مستقبل میں ایسے نیک اثرات مزید کہاں کہاں تک پہنچیں گے۔ حضرت جریر بن عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کسی نے اسلام میں کسی نیک کام کا آغاز کیا تو اُس کے لیے اس کام کا اجر بھی ہوگا اور بعد میں جو کوئی بھی اس پر عمل کرے گا اس کا اجر بھی اس کو ملے گا' لیکن ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس کسی نے اسلام میں کسی بُری شے کا آغاز کیا تو اس پر اس کا گناہ بھی ہوگا اور بعد میں جو کوئی بھی اس پر عمل کرے گا اس کے گناہ کا بوجھ بھی اس پر ڈالا جائے گا' مگر ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔'' (رواہ مسلم)

**آیت ۲۶** ﴿وَ مَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیۡثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیۡثَۃِۣ اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَہَا مِنۡ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾﴾ ''اور کلمۂ خبیثہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گھٹیا درخت (جھاڑ جھنکاڑ) جسے زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ لیا جائے' اُس کے لیے کوئی قرار نہیں۔''

بھلائی اور اس کے اثرات کے مقابلے میں برائی' برائی کی دعوت اور برائی کے اثرات کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بہت عمدہ' مضبوط اور پھلدار درخت کے مقابلے میں جھاڑ جھنکاڑ۔ نہ اس کی جڑوں میں مضبوطی' نہ وجود کو ثبات' نہ سایہ' نہ پھل۔ برائی بعض اوقات لوگوں میں رواج بھی پا جاتی ہے' انہیں بھلی بھی لگتی ہے اور اس کی ظاہری خوبصورتی میں لوگوں کے لیے وقتی طور پر کشش بھی ہوتی ہے۔ جیسے مالِ حرام کی کثرت اور چمک دمک لوگوں کو متاثر کرتی ہے مگر حقیقت میں نہ تو برائی کو ثبات اور دوام حاصل ہے اور نہ اس کے اثرات میں لوگوں کے لیے فائدہ!

**آیت ۲۷** ﴿یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ﴾ ''اللہ ثبات عطا کرتا ہے اہل ایمان کو قولِ ثابت کے ذریعے سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔''

یہاں قولِ ثابت سے مراد ایمان ہے۔ آخرت پر پختہ ایمان رکھنے والا شخص دنیا کے اندر اپنے کردار اور نظریات میں مضبوط اور ثابت قدم ہوتا ہے۔ اس کے حوصلے' اس کے موقف اور اس کی صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ استقامت بخشتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اسی طرح کا ثبات آخرت میں بھی عطا ہوگا۔

﴿وَ یُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیۡنَ ۟ۙ وَ یَفۡعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾﴾ ''اور گمراہ کر دیتا ہے اللہ ظالموں کو' اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

اداریہ
**ایوب بیگ مرزا**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# شہ رگ

برصغیر پاک وہند کے حوالے سے قائداعظم محمد علی جناح کی کہی ہوئی بات سند رکھتی ہے۔ ان کی سیاسی بصیرت کے ان کے دشمن بھی قائل تھے، لہٰذا انہوں نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا تو وہ کوئی بے بنیاد نہ تھا۔ اس لیے کہ اگرچہ پاکستان کو اپنے جنم کے اوائل کے ایام میں ہر لحاظ سے انتہائی پیچیدہ اور گھمبیر مسائل کا سامنا تھا، انسانی تاریخ کی عظیم ترین ہجرت عمل پذیر تھی، دورانِ ہجرت ہندوؤں کا مسلمانوں کا قتل عام اور ان سے وحشیانہ سلوک کی خبریں، مسلمان عورتوں کی بے حرمتی وغیرہ ایسے مسائل تھے کہ ایک روایت کے مطابق ہمالیائی عزیمت کا حامل یہ انسان بھی ڈگمگا گیا تھا۔ یہ وہ مسائل تھے جو خارج سے نوزائیدہ سلطنت پر وارد ہو رہے تھے۔ داخلی سطح پر حال یہ تھا کہ سرکاری ملازمین کو تنخواہیں دینے کے لیے خزانے میں کچھ نہیں تھا۔ دفاتر میں سٹیشنری موجود نہ تھی۔ کاغذات کو کانٹے لگا کر جوڑا جاتا کیونکہ پن دستیاب نہ تھی۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود جب بھارت نے کشمیر سے اپنے الحاق کی جھوٹی دستاویزات کو بنیاد بنا کر کشمیر میں اپنی فوجیں داخل کر دیں تو پاکستانی فوج کے انگریز کمانڈر انچیف ڈگلس گریسی کو قائداعظم نے حکم دیا کہ کشمیر پر حملہ کر دو، لیکن سفید سامراج کے اس نمائندے نے قائداعظم کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس وقت وہ قبائلی جن پر آج ہم طیاروں سے بمباری کر رہے ہیں اور اپنے آقا امریکہ سے ملی بھگت کر کے ان پر ڈرون حملے کروا رہے ہیں وہ آگے بڑھے اور آج وہ حصہ جسے ہم آزاد کشمیر کہتے ہیں وہ بھارتی فوج کے قبضہ سے چھڑا لیا۔ اور اگر بھارتی اور امریکی چکر میں آکر ہم نے اقوام متحدہ کے کہنے پر جنگ بندی نہ کی ہوتی تو مکمل کشمیر کی کیا صورتحال ہوتی، ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال مکار بنیے کی یقین دہانی پر جنگ بندی قبول کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج بھی ہماری اس شہ رگ پر دشمن اپنا پنجہ گاڑے ہوئے ہے اور ہم مرغ بسمل کی مانند تڑپتے رہتے ہیں۔ ہم آج کشمیر کے موضوع پر کچھ نہیں کہنا چاہتے لیکن تمہیدی طور پر ہم نے کشمیر کے شہ رگ ہونے کا قائداعظم کا اعلان اور بدترین حالات میں بھی وہاں فوج کشی کا حکم قارئین کی نظر اس لیے کیا ہے تاکہ وہ جان لیں کہ کوئی صاحب بصیرت قائد جب کسی شے یا علاقے کو اپنے ملک اور قوم کے لیے اس قدر اہم سمجھتا ہے کہ اسے شہ رگ قرار دیتا ہے تو نہ وہ کسی قسم کے حالات کی پروا کرتا ہے اور نہ کسی خوف و خطر کو ہی کوئی اہمیت دیتا ہے بلکہ دامن جھاڑ کر میدان میں کود جاتا ہے۔

آج موجودہ پاکستان میں ہم بلاخوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ کراچی پاکستان کی شہ رگ ہے۔ ہمارے اکثر لیڈران کراچی کو پاکستان کا تجارتی حب کہتے ہیں۔ ہماری رائے میں کراچی یقیناً پاکستان کا تجارتی حب ہے لیکن محض تجارتی حب قرار دینے سے درحقیقت ہم کراچی کی اہمیت کو کم کرتے ہیں۔ کراچی درحقیقت موجود پاکستان کی شہ رگ ہے۔ ہمارا دشمن چونکہ موجود پاکستان کی مزید کانٹ چھانٹ کرنا چاہتا ہے، لہٰذا اب وہ کراچی کی طرف بڑھ رہا ہے اور اپنی شہ رگ کے تحفظ اور سلامتی کے بارے میں ہمارا عوامی اور سرکاری رویہ یہ ہے کہ ایک عرصہ سے خصوصاً گزشتہ پانچ سالوں میں جن عناصر نے عروس البلاد کراچی کا یہ حال کیا ہے کہ اس کی رونقیں برباد ہوگئی ہیں، تجارت ٹھپ ہوگئی ہے، سرمایہ ان حالات کی وجہ سے بیرون ممالک ٹرانسفر ہو رہا ہے، ہم نے کراچی کا اقتدار دوبارہ ان ہی عناصر کو سونپ دیا ہے۔ ایم کیو ایم کا کراچی میں دوبارہ جیتنا اور پاکستان پیپلز پارٹی کا ایک بوڑھے اور شاید ذہنی لحاظ سے معذور شخص کو سندھ کا وزیراعلیٰ بنانا یہ ثابت کرتا ہے کہ ہم کراچی کے حالات سنوارنے میں قطعی طور پر کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔

ہم نے ان سطور میں ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ کسی صورت میں کوئی تعصب ہمارے قلم پر غالب نہ آئے بلکہ انتہائی غیر جانبداری سے حالات پر بے لاگ تبصرہ کیا جائے اور نہ خلاف واقعہ کوئی بات تحریر کی جائے۔ لیکن ہم اس پر بھی کسی صورت تیار نہیں کہ کسی سیاسی جماعت، حکومت، گروہ یا مافیا کا خوف ہمیں حق اور سچ کہنے سے روک دے۔


تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

# ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 ستمبر 2013ء — جلد 22
24 تا 30 شوال المکرم 1434ھ — شمارہ 35

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

حقیقت یہ ہے کہ کراچی کے حالات بگاڑنے میں بہت سے عناصر نے رول ادا کیا ہے لیکن ایم کیوایم کا رول کلیدی اور مرکزی ہے۔اس تاریخی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جنرل ضیاء الحق نے اپنی سیاسی ضرورت کے تحت اور سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے خلاف محاذ بنانے کے لیے کراچی اور حیدر آباد میں ایم کیوایم کے قیام میں مدد دی۔ اس سے پہلے کراچی میں راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ بھتہ خوری‘ ٹارگٹ کلنگ‘ بوری بند لاشیں ملنے کا سلسلہ اس کے بعد شروع ہوا۔ باقاعدہ ٹارچر سیل قائم کر کے سیاسی مخالفین سے بے رحم سلوک کرنا یہ بھی بعد کی بات ہے۔ 1970ء کی دہائی کے آغاز میں جمعیت علمائے پاکستان (نورانی گروپ) اور جماعت اسلامی کا کراچی پر سیاسی غلبہ تھا۔اگر سیاسی عمل سے یہ غلبہ یا قبضہ ایم کیوایم حاصل کر لیتی تو نہ صرف کوئی حرج نہ تھا بلکہ ایسا کرنے کا انہیں حق حاصل تھا اور ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایم کیوایم کو سیاسی سطح پر غلبہ حاصل ہوا لیکن ایم کیوایم نے اس سیاسی غلبہ کو بڑھانے اور خاص طور پر اسے قائم رکھنے کے لیے ہر نوع کا حربہ استعمال کیا، جس میں ان کا پر تشدد انداز ہر اس شخص کو نظر آتا ہے جو حقائق دیکھنے اور سمجھنے کی خواہش رکھتا ہو۔ایک عرصہ تک کچھ دوسری جماعتیں اور گروہ خاموش تماشائی بنے رہے، لیکن بعد ازاں بدقسمتی سے انہوں بھی برائی کو اچھائی سے ختم کرنے کی بجائے بڑھ چڑھ کر بُرا اور غلط راستہ اختیار کیا۔سنی تحریک‘ اے این پی اور طالبان کے نام پر بعض گروہ اس حوالہ سے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔لہٰذا کراچی اب فری فار آل ہے۔گولی چل رہی ہے‘ بم بلاسٹ ہو رہے ہیں‘ نہ گولی چلانے والا جانتا ہے کہ کون اس کی گولی کا نشانہ بننے والا ہے اور نہ مقتول جانتا ہے کہ اسے کیوں قتل کیا جا رہا ہے۔انسان گاجر اور مولی کی طرح کٹ رہے ہیں۔انسانی جان انسانی خون اس شہر کی ارزاں ترین شے ہے۔حکومت اور اس کی رٹ کہیں دور دور نظر نہیں آ رہی ہے۔

ان حالات میں ایم کیوایم نے کراچی کو فوج کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ہماری رائے میں ملک کے دوسرے حصوں میں خصوصاً بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں اور سرحدوں پر جو حالات ہیں اس پس منظر میں کراچی کو فوج کے حوالے کرنے کا مطالبہ ملک‘ قوم اور فوج سے دشمنی کے مترادف ہے۔یہاں قارئین کو ایک تضاد محسوس ہوگا کہ وہ یہ کہ کشمیر کا حوالہ دیتے ہوئے ہم نے عرض کیا تھا کہ بدترین حالات میں کشمیر پر فوج کشی کا قائداعظم کا فیصلہ ان کی اعلیٰ سیاسی بصیرت اور تدبر کا مظہر تھا۔ علاوہ ازیں اپنی شہ رگ کو محفوظ کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہیے۔لیکن کراچی کو بھی ہم اپنی شہ رگ قرار دیتے ہوئے اس کے تحفظ کے لیے فوج کو بروئے کار لانے کی ہم مخالفت کر رہے ہیں۔حقیقت میں یہ ہرگز ہرگز تضاد نہیں، اس لیے کہ میدانِ کار‘ پس منظر اور حالات بالکل مختلف ہیں۔ ہم اس کی مثال اس طرح دیتے ہیں جیسے اگر ایک شخص کا جسمانی ٹمپریچر 98.5 یعنی نارمل سے بڑھ کر 100 یا اس سے زائد ہو جاتا ہے تو ایسے مریض کے لیے panadol مفید ہو گی، لیکن اگر اسی شخص کا کمزوری یا کسی اور وجہ سے جسمانی ٹمپریچر 98.5 سے کم ہو جاتا ہے تو یہی پیناڈول اس شخص کے لیے مضر ہو گی۔فوج اگر سرحدوں پر دشمن کے خلاف کارروائی کرتی ہے یا سیلاب اور زلزلہ کی صورت میں اندرونِ ملک کام کرتی ہے تو یہ مفید رہے گا، کیونکہ کوئی ایک شخص بھی فوج کے اس رول کو غلط اور مضر قرار نہیں دے گا۔لیکن جس مقصد کے لیے ایم کیوایم کراچی کو فوج کے حوالے کرنا چاہتی ہے اس سے خود فوج متنازعہ ہو جائے گی۔اس سے دوسرے سکیورٹی ادارے خصوصاً پولیس اور فوج میں اختلاف پیدا ہو سکتا ہے۔صوبائی حکومت اور فوج قیام امن کے لیے اگر یکسو نہیں ہوتے تو بڑے سنگین مسائل پیدا ہو سکتے ہیں اور آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ ہمارے بیرونی دشمن ہماری فوج کو مختلف محاذوں پر بکھیر کر ان کی یکسوئی ختم کرنا چاہتے ہیں۔وہ چاہتے ہیں کہ ہماری فوج زیادہ سے زیادہ سٹریچ ہو اور اس کی مرکزیت تباہ ہو جائے۔لہٰذا 1948ء میں بھارت سے اپنی شہ رگ یعنی کشمیر کو چھڑانے کے لیے فوج کا استعمال جتنا ضروری اور ناگزیر تھا، موجود پاکستان کی شہ رگ کراچی کو محفوظ اور سلامت رکھنے کے لیے فوج کو اس سے الگ رکھنا اتنا ہی ضروری اور لازم ہے۔

آخر میں ہم اپنا یہ تاثر دینا ضروری سمجھیں گے کہ اگرچہ غلط پالیسیوں‘ سکیورٹی اداروں میں سیاسی بھرتیوں اور حکومتوں کی نااہلی کی وجہ سے کراچی کا مسئلہ خاصا گھمبیر ہو گیا ہے لیکن اب بھی کراچی کو پر امن شہر بنانے کے لیے فوج کی نہیں ایک اہل سول حکومت‘ نیک نیتی اور خلوص کی ضرورت ہے جبکہ موجودہ صوبائی حکومت کا ایسا کوئی ارادہ نظر نہیں آتا۔اگر ہم نے کراچی کے حوالہ سے لاپرواہی‘ بے حسی اور بے اعتنائی کا یہ سلسلہ جاری رکھا تو اس شہ رگ کو بھی محفوظ رکھنا ممکن نہ رہے گا۔اپنے فرائض کی ادائی کے حوالہ سے مرکزی حکومت کا بھی معاملہ یہ ہے کہ تین ماہ گزر چکے ہیں لیکن مسائل کا حل کرنا یا حل کرنے کی طرف پیش رفت کرنا تو دور کی بات ہے وہ مسائل کو سمجھنے میں بھی ناکام نظر آتی ہیں۔کسی نے سچ کہا ہے کہ پاکستانیوں نے اپنے تمام معاملات اللہ پر چھوڑ رکھے ہیں اور خود ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں لیکن یاد رکھیں، اللہ فرماتا ہے: ”حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔“ (الرعد: ۱۱)

پاکستان کی سلامتی کے حوالہ سے دشمن کی جدوجہد آخری مراحل میں داخل ہو رہی ہے۔اگر ہم متحد اور یکسو نہ ہوئے تو دشمن کامیاب ہو جائے گا۔ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ قوم کو متحد اور یکسو رکھنے کے لیے نظریہ پاکستان کی عملی تعبیر کے علاوہ اگر کوئی اور حل ہے تو وہ سامنے لایا جائے۔ہم اس رب العزت کے نظام کو عملاً نافذ کر کے اپنی شہ رگ محفوظ کر سکتے ہیں جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہے۔

## بقیہ: گوشۂ خواتین

قریب ہے اور شب کی آخری ساعتوں میں رب سے یہی ایک فریاد ہے:
اے خالقِ وقت تو اتنا بتا کیا وہ لمحہ بھی تیری ہی تخلیق تھا؟
جس گھڑی میرے شہروں کی ہنستی ہوئی بستیاں ختم کر دی گئیں، قتل کر دی گئیں؟
اور سن! اے لامکانوں کے تنہا مکین
تیرے گھر کو گرانے جو آیا کوئی تو پرندے پیامِ اجل بن گئے
ابرہہ اور اس کے سب ہی لشکری تیرے گھر سے جو ناکام لوٹے تو کیا؟
میرے شہروں میں یوں آ کے وارد ہوئے
ہم زمین زاد لوگوں کے گھر لٹ گئے
آشیاں گر پڑے اور شہر مٹ گئے!
ربِّ کعبہ! تجھے تیرے گھر کی قسم، جو سلامت رہا
سلامت رہے، تا قیامت رہے، میرے برباد شہروں کی فریاد سن
ابرہہ کا وہی لشکرِ فیل ہے
ہم کو پھر انتظارِ ابابیل ہے

# رسولوں کا مقصد بعثت اور

# اہل ایمان کے لئے سورۃ الصّف کا پیغام

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 2 اگست 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی (الحدید25، القف8 تا13) کے بعد]

حضرات! سورۃ الحدید ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس کی آیت 25 میں رسولوں کو بھیجنے کا مقصد بیان کیا گیا ہے اور وہ مقصد انقلابی ہے، جس کے حصول کا راستہ جہاد وقتال ہے، جس سے عام طور پر آج لوگ پیچھا چھڑاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آج کے دور میں اقدامی جہاد نہیں صرف دفاعی ہے۔ جنگ اگر مسلمانوں پر ٹھونس دی جائے تب ہی تلوار اٹھائی جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں ایک مسلمان ریاست کے تحفظ میں تو تلوار اٹھائی جا سکتی ہے، مگر اللہ کے دین کے غلبے کے لئے قتال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بس میٹھے میٹھے وعظ کہتے رہو۔ اس کے نتیجے میں جب سب لوگ ٹھیک ہو جائیں گے تو اسلام خود بخود آ جائے گا۔ بدقسمتی سے یہ اب مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقے کا نقطہ نظر اور فلسفہ بن گیا ہے۔ مسلمانوں میں ایک تو وہ لوگ ہیں جو کھلے سیکولر ہیں اور ببانگ دہل دین کی تعلیمات کو مسخ کرتے ہیں اور دھڑلے سے کہتے ہیں کہ آج کے دور میں جہاد کی گنجائش نہیں ہے، جہاد صرف حضور ﷺ کے دور کے لیے تھا۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ کے لئے قرآن جو سخت موقف رکھتا ہے یہ بھی اس دور کے لئے تھا۔ ظاہر ہے، یہ موقف اسلام سے کھلا انحراف ہے۔ اگر ان لوگوں کی باتوں کو مان لیں تو قرآن کا بڑا حصہ اب خارج از نصاب ہو جائے گا۔ سیکولر اور لبرل لوگوں کے علاوہ آج خود دینی طبقات میں سے بھی ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو جہاد و قتال کے خلاف بات کر رہے ہیں۔ مجھے پچھلے دنوں ایک کیسٹ سنائی گئی۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے کہ ایک بہت بڑی دینی جماعت کے واعظ کو اپنی تقریر میں یہ فرماتے سنا کہ آج کے دور کے لئے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا دور حجت نہیں ہے، ہمیں پیچھے جانا ہوگا اور بنی اسرائیل کی طرف دیکھنا ہوگا۔ یہ کتنا بڑا انحراف ہے۔ قرآن تو یہ کہتا ہے: ''تمہارے لئے رسول خدا (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔'' حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم پر میری سنت کا اتباع اور میرے خلفائے راشدین مہدیین (ہدایت یافتہ) کی سنت کا اتباع لازمی ہے۔ آپؐ کے ایک فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ اب عیسیٰ علیہ السلام بھی آئیں گے، تو انہیں میری شریعت پر چلنا ہوگا، میرے امتی کی حیثیت سے رہنا ہوگا۔ جبکہ آج کے واعظ ہمیں بنی اسرائیل سے رہنمائی لینے کی تلقین کر رہے ہیں۔

قرآن مجید میں رسولوں کی بعثت کا مقصد دو حصوں میں دو مقامات پر بیان ہوا ہے۔ یہ قرآن حکیم کی دو آیات ہیں۔ پہلی آیت سورۃ النساء کی (آیت 165) ہے، جس میں بتایا گیا کہ رسولوں کو مبشر اور منذر بنا کر اس لئے بھیجا گیا تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد انسانوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی دلیل باقی نہ رہ جائے۔ وہ روز حساب یہ نہ کہہ سکیں کہ پروردگار ہمیں تو پتہ ہی نہیں تھا کہ ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ ہمیں معلوم ہی نہیں تھا کہ کیا چیز حلال ہے اور کیا حرام ہے؟ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے؟ اللہ تو ہم سے کس بات کا حساب لے رہا ہے۔ اس قطع عذر کے لئے رسولوں کو بھیجا جاتا رہا ہے۔ (یہ اور بات ہے کہ اگر کسی شخص تک رسول کی دعوت نہیں پہنچی تب بھی اُس سے بھی محاسبہ ہونا ہے۔ اس کی دیگر کئی اور بنیادیں ہیں)۔ دوسرا مقام سورۃ الحدید کی آیت نمبر 25 ہے۔ اس کو غور سے پڑھیے، کیونکہ یہ مضامین آج کل ہمارے لئے اجنبی ہو چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''اسلام کی ابتدا بھی حالت غربت (اجنبیت) میں ہوئی تھی۔ اور کچھ عرصے کے بعد یہ پھر اجنبی ہو جائے گا۔ (اس کی اصل تعلیمات اجنبی ہو جائیں گی۔ جو شخص صحیح اسلام کے ساتھ پوری طرح اپنے آپ کو جوڑ کر رکھے گا، وہ خود معاشرے میں اجنبی بن جائے گا)۔ پس اجنبیوں کے لئے (اللہ کی طرف سے) بشارت ہے۔'' آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کاربند رہنے والے لوگ معاشرہ میں اجنبی بن کر رہ گئے ہیں۔ آپ سود سے اجتناب کی بات کر کے دیکھیں، لوگ فوراً کہیں گے تم سود کا حرام کا یہ تصور کہاں سے لے کر آ گئے ہو۔ آج تو ساری دنیا سود کھا رہی ہے، فلاں علماء بھی کھا رہے ہیں یا وہ بھی کہہ رہے ہیں۔ شرعی پردے کی بات ہوگی تو فوراً کہہ دیا جائے گا کہ دیور، جیٹھ، چچا زاد، ماموں زاد سے پردہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ جہاد کی بات کریں گے تو یہ بات بھی بہت سے لوگوں کو ناگوار گزرے گی۔ اس وقت یورپ اور امریکہ میں ہمارے دانشور کہہ رہے ہیں کہ اسلام میں جارحانہ جنگ کا کوئی تصور نہیں ہے، اسلام تو بہت پُرامن مذہب ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں امن تب ہی قائم ہوگا جب اللہ کا نظام اس زمین پر نافذ ہوگا اور اللہ کے نظام کے قیام کے لئے جہاد وقتال لازم ہے۔ نظام عدل کا قیام، رسولوں کا فرض منصبی تھا، اس کے لئے آگے بڑھ کر جہاد کیا گیا ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے بھی جہاد وقتال کیا، بلکہ ہجرت مدینہ کے بعد آپؐ کی حیات طیبہ کے شب روز قتال یا قتال کی تیاری ہی میں گزرے۔ یہاں تک کہ روزے جیسی پُرمشقت عبادت کا مہینہ بھی آپؐ اور اس کے صحابہ کرامؓ نے بسا اوقات اِس مقدس مشن میں گزارا ہے۔

غزوۂ بدر 17 رمضان المبارک کو ہوا۔ غزوۂ احد دو شوال کو ہوا۔ گویا اس کی یہ ساری تیاری رمضان میں ہوئی ہے۔ اسی

طرح فتح مکہ 20 رمضان کو ہوا ہے۔ غزوۂ تبوک کے لئے حضور ﷺ عرصہ دراز تک مدینہ سے باہر رہے ہیں۔ اس دوران سخت ترین گرمی میں کئی سو کلومیٹر کا سفر طے کیا۔ اس اثنا میں ماہ رمضان بھی آ گیا۔ یوں سمجھئے، آپؐ نے زندگی کے کئی رمضان کسی نہ کسی غزوے اور جہاد یا اس کی تیاری میں گزارے ہیں۔

آیئے، آیت زیر درس کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ﴾

’’ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔‘‘

رسولوں کے ساتھ دو چیزیں اتاری گئیں۔ ایک چیز کتاب ہے۔ نزول کتاب کا مقصد یہ تھا کہ انسان کو جس امتحان میں ڈالا گیا اس کے ذریعے اس کی تمام تفصیلات آدمی کو معلوم ہو جائیں، وہ جان لے کہ یہ راستہ کامیابی کی طرف جانے والا ہے اور یہ ناکامی کی طرف جانے والا ہے۔ یہ رب کی پسند والا راستہ ہے اور یہ رب کی ناراضی والا راستہ ہے۔ اُسے دین کے اساسات اور بنیادی عقائد کا علم ہو جائے۔ وہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کی تفصیلات سے آگاہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری چیز میزان اتاری، یعنی نظام عدل اجتماعی۔ میزان تمام رسولوں کو دی گئی البتہ یہ کامل ترین شکل میں نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کو ملی۔ یہ میزان اس لیے نہیں دی گئی کہ لوگ اس عادلانہ نظام کے قصیدے پڑھیں اور بس، بلکہ میزان عطا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اِسے قائم کیا جائے، تاکہ لوگ عدل وقسط پر قائم رہ سکیں۔ انہیں سیاسی، معاشرتی اور معاشی میدان میں عدل وتوازن میسر آ سکے اور ظلم و ناانصافی کا خاتمہ ہو سکے۔

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

’’اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطر بھی شدید ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے لوہا اتارا۔ اس میں لوگوں کے فائدے کے کئی پہلو ہیں۔ لیکن اس کی خاص بات یہ ہے کہ یہ اپنے اندر جنگی قوت رکھتا ہے۔ اس قوت سے اُن لوگوں کی سرکوبی ہونی چاہیے جو اللہ کی میزان عدل کے قیام کی راہ میں روڑے اٹکاتے یا رکاوٹ بنتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مراعات یافتہ طبقے ہر دور میں نظام حق کے نفاذ اور قیام کی راہ روکتے ہیں، اس لیے کہ وہ نہیں چاہتے کہ اُن کے نظام باطل کی عمارت منہدم ہو جائے جس سے اُن کے مفادات وابستہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی جب دعوت حق پیش کی تو جن لوگوں نے آپؐ کی شدید مخالفت کی یہ وہی تھے جن کے مشرکانہ نظام سے مفادات اور مراعات وابستہ تھیں۔ ایسے لوگ ہر دور میں نظام حق کا راستہ روکتے اور نظام باطل کی پاسداری کرتے ہیں۔ لوہا انہی کا زور توڑنے اور قلع قمع کرنے کے لیے اتارا گیا ہے، تاکہ نظام عدل غالب و سربلند ہو۔ اسی مقصد کے لیے نبی مہربان، رحمۃ للعالمین ﷺ کو بھی ہاتھ میں تلوار اُٹھانا پڑی۔ چنانچہ آپؐ کی حیات مبارکہ میں کئی غزوات اور سرایا ہوئے۔

﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۵﴾

’’اور اس لیے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اُس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں، اللہ اُن کو معلوم کر لے۔ بے شک اللہ قوی اور عزیز ہے۔‘‘

یہ بات بظاہر عجیب سی لگتی ہے کہ اللہ اور رسول کی مدد کون کرتا ہے۔ (معاذ اللہ) اللہ کمزور نہیں ہے۔ وہ القوی ہے۔ دراصل وہ اہل ایمان کا امتحان لے رہا ہے۔ اللہ یہ دیکھنا چاہ رہا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ حق و باطل اور کفر و ایمان کا معرکہ ہی تو اہل ایمان کا امتحان ہے۔ اللہ اس کے ذریعے مومنوں کو جانچنا چاہتا ہے کہ اُن کی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ عقیدت، محبت اور وفاداری کس درجے میں ہے اور وہ کس درجے باطل سے بے زار ہیں۔ آج مسلم دنیا کے 58 ممالک میں ہر جگہ نظام باطل کی حکمرانی ہے۔ اگر ہم واقعی اللہ اور رسول کریم ﷺ کے وفادار ہیں تو ہماری ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ نظام باطل کو اکھاڑ کر نظام حق کو قائم کریں۔ بلاشبہ اللہ قادر مطلق ہے۔ وہ چاہے تو یہ کام خود آن واحد میں کر سکتا ہے۔ اُس کے لیے کوئی چیز بھی مشکل نہیں۔ لیکن اُس نے غلبۂ دین کی جدوجہد کا مشن ہمیں سونپ کر ہماری آزمائش کا سامان کیا ہے۔ یہ ہے اس آیت کا اصل حاصل۔ چنانچہ اسی فلسفۂ انقلاب کو قرآن مجید بہت سے مقامات پر بیان کرتا ہے۔ سورۃ الانبیاء میں فرمایا:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ﴾ (آیت:18)

’’(نہیں) بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔‘‘

باطل کو تو بالآخر نیست و نابود ہونا ہے، لیکن یہ اہل ایمان کی آزمائش ہے کہ اس کے مٹانے میں وہ کس حد تک اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ زبان سے تو لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا آسان ہے۔ ویسے بھی ہمارا اسلام موروثی ہے۔ اپنے آبائی دین پر کسی نہ کسی طرح قائم رہنے میں سہولت ہے۔ ہمارے ایمان کی جانچ اس سے ہو گی کہ آیا ہم باطل کے ساتھ سمجھوتا کرتے ہیں یا اس کے خلاف سینہ تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

معرکہ حق و باطل کی حکمت اور غرض و غایت یہ ہے کہ جو بیچ کے لوگ ہیں کبھی ادھر کبھی ادھر ان کی چھانٹی ہو جائے اور صاف معلوم ہو جائے کہ کون حقیقت میں اللہ اور رسول کا وفادار اور کون ہے جو صرف نام کا مسلمان ہے۔ اگر اسلام اس وقت مغلوب ہے تو اس میں ہمارا امتحان ہو رہا ہے، تاکہ اللہ دیکھے کہ کون ہیں جو اس وقت دنیا کی غالب باطل قوتوں کا حصہ بنے ہوئے ہیں، اور کون ہیں جو نظام باطل سے معرکہ آراء ہیں۔

اگرچہ سب رسولوں کو کتاب اور میزان دی گئی اور مقصد یہ تھا کہ اس میزان کو نصب کیا جائے۔ لیکن اکثر رسول جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے ان کی قوم نے اُن کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ جماعت ہی تیار نہیں ہوئی کہ جو کوڑا بن کر باطل نظام کی پیٹھ پر یا اس کے سر پر برستی ہے۔ وہ ساری عمر دعوت دیتے رہے مگر گنتی کے افراد ہی اُن پر ایمان لائے۔ اس کا Climax حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی ہے۔ اُن کے بارے میں خود قرآن کہتا ہے کہ انہوں نے ساڑھے نو سو برس اپنی قوم کے اندر دعوت کا کام کیا ہے، مگر قوم ٹس سے مس نہ ہوئی۔ حضور ﷺ کے معاملے میں اللہ کا فیصلہ تھا کہ آپؐ کے ہاتھ سے دین غالب ہو کر رہے گا۔ یہ بات آپؐ کے مقصد بعثت کے حوالے سے قرآن میں تین مقامات پر بیان کی گئی۔ سورۃ الصف میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۸﴾

’’وہی تو ہے جس نے پیغمبر کو الھدیٰ اور دین حق دے کر

بھیجا، تاکہ اس (دین) کو کل کے کل دین (یا نظام زندگی) پر غالب کرے، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔"

مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے ذریعے دنیا میں یہ نظام زندگی بالفعل غالب ہوگا۔ آپؐ محض دین حق کے وعظ کہہ کر دنیا سے رخصت نہیں ہو جائیں گے بلکہ اس دین کو عملاً قائم کریں گے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ دین غالب ہونا ہے، چاہے مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ اور آپؐ نے اپنی حیات طیبہ کے دوران میں جزیرہ نما عرب کی حد تک دین بالفعل غالب فرما دیا۔

یہ دین ایک مرتبہ پھر غالب ہوگا۔ اُس کا نظام عدل پھر بروئے کار آئے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ نظام کیسے غالب ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ ایک ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے اُسے غالب فرما دے گا؟ کیا فرشتے آ کر اِسے نافذ کر دیں گے؟ نہیں، بلکہ ہم مسلمانوں کو اس کے لیے ایمانی راہوں پر چلتے ہوئے جدوجہد کرنا ہوگی۔ ایمان اور جہاد کے تقاضوں کو پورا کرنا ہوگا۔ چنانچہ اگلی آیات میں یہی بات فرمائی گئی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿١٠﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾﴾

"مومنو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات ہیں جو بہشت ہائے جاودانی میں (تیار) ہیں داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) اللہ کی طرف سے مدد نصیب ہوگی اور فتح (عنقریب) ہوگی اور مومنوں کو (اس کی) خوشخبری سنا دو۔"

اِن آیات میں خطاب میرے اور آپ سے ہے۔ فرمایا، اگر عذاب الیم سے چھٹکارا پانا چاہتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے ایک ڈیل کر لو، تم ابدی کامیابی سے ہمکنار ہو جاؤ گے۔ وہ ڈیل کیا ہے؟ اللہ اور اُس کے رسول پر پختہ ایمان رکھو۔ پختہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جب اللہ کو رب مانا ہے تو اُس کے احکامات کی دل و جان سے تعمیل کرو۔ حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول اور نمائندہ تسلیم کیا ہے تو آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپناؤ، آپؐ کی سنت کے مطابق زندگی گزارو، جس بات کا آپؐ حکم دیں اُسے بجا لاؤ اور جس سے منع کریں، اُس سے رُک جاؤ۔ دوسرے یہ کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو غلبۂ دین حق کا جو مشن دیا ہے، اُس کو پورا کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اُس کی خاطر جان و مال کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ دین حق تمہیں اِس لیے عطا کیا گیا ہے کہ اُسے قائم اور غالب کرو، اِس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ پورے نوع انسانی کو اِس کے نظام عدل سے روشناس کراؤ، تاکہ لوگ بندوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی میں آ جائیں۔ یہی بات صحابہ کرام ؓ نے کہی تھی۔ صحابہ کرام ؓ نے اِسی کام کے لیے مدینہ کی گلیاں چھوڑی تھیں اور وقت کی دو سپر پاورز سے ٹکرا گئے تھے کہ دنیا میں اللہ کا دین غالب کرنا ہے، تاکہ وہ انسانی لیول پر زندگی گزاریں، اور اُن کی آخرت بھی سنور جائے۔ صحابہ کرام ؓ نے کسی ایک شخص کو بھی جبراً کلمہ نہیں پڑھایا کہ جبر اسلام کی تعلیمات کے خلاف تھا، بلکہ ایک عادلانہ اور منصفانہ نظام قائم فرما دیا، جس کی برکات، عدل و انصاف، انسانی حقوق کا تحفظ اور پھر مسلمانوں کی سیرت و کردار دیکھ کر لوگ متاثر ہوئے اور انہیں اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا۔ لہٰذا وہ گروہ در گروہ اسلام قبول کرنے لگے۔ چنانچہ تاریخ نے دیکھا کہ چند سال کے قلیل عرصے میں شام، ایران، عراق، مصر اور شمالی افریقہ کے کروڑوں لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ یہ سب اسلام کے نظام عدل کی بدولت ممکن ہوا۔ یہ دین قائم ہوا تو پھر لوگوں کی آنکھیں کھلیں، اور انہیں دنیا میں بھی سکون راحت اور حقوق میسر آئے، اور اُن کی آخرت کی کامیابی کا بھی دروازہ کھل گیا۔

قرآن حکیم میں مذکورہ آیات اور اِس طرح کی اور بہت سی آیات جہاد و قتال سے متعلق آئی ہیں، جن کی غرض و غایت یہ ہے کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے جہاد و قتال کی منزلیں طے کی جائیں۔ آج اعدائے اسلام امت کو مجبور کر رہے ہیں کہ اِن آیات سے اعلان برأت کرو، انہیں اپنے نصابات سے نکالو، ورنہ تم ہمارے دشمن شمار ہو گے، ہم تمہیں دہشت گرد کہیں گے۔

امت کی یہ زبوں حالی دراصل اِس وجہ سے ہوئی ہے کہ دنیا کے اٹھاون مسلم ممالک میں سے کسی ایک میں بھی ہم نے اسلام کا نظام عدل قائم نہیں کیا۔ اللہ کے دین کے ساتھ اِس سے بڑھ کر بے وفائی اور غداری اور کیا ہو سکتی ہے۔ آج ضرورت اِس بات کی ہے کہ مسلمان دین حق کے غلبہ کے لیے کمر ہمت کس لیں، اور اُس نبویؐ مشن کی تکمیل کے لیے اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں، جس کے لیے صحابہ کرام ؓ نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں، پھر اللہ کی نصرت ضرور اُن کے شامل حال ہوگی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ وہ ہماری نصرت فرمائے گا اور ہمیں فتح سے ہمکنار کرے گا، لیکن پہلے ہمیں فضائے بدر پیدا کرنی ہوگی۔ اِسی دور میں نصرت الٰہی کا بہت بڑا مظاہرہ ہمارے پڑوس کی سرزمین میں ہو چکا ہے۔ یہ 1400 سو سال پرانی بات نہیں، ہمارے سامنے کی بات ہے کہ چند ہزار افغان طالبان جو اللہ کے دین کے وفادار تھے محض اللہ کے بھروسے امریکہ کی زیر قیادت عالم کفر کے متحدہ جتھے کے خلاف کھڑے ہو گئے، تو اللہ کی مدد آئی۔ چنانچہ طالبان سرخرو ہوئے اور عالم کفر کے متحدہ لشکر نیٹو کو رسوا کن شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس طاغوتی جنگ میں امریکہ اور نیٹو کا کتنا نقصان ہوا ہے، یہ تو تاریخ بتائے گی۔ طالبان کے کفر یہ جتھوں سے بڑے بڑے معرکے ہوئے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے کابل میں CIA ہیڈ کوارٹر پر حملہ کیا، جہاں کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔ امریکی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہاں تک بھی کوئی پہنچ سکتا ہے، مگر طالبان نے وہاں بھی یلغار کر دی۔ یہ اتنی کامیاب کارروائی تھی کہ کوئی ایک شخص بھی صحیح سالم نہیں بچا۔ اکثر لوگ تو ہلاک ہو گئے، اور جو بچ گئے وہ شدید ترین زخمی ہیں۔ ایسے تو امریکہ وہاں سے دم دبا کر بھاگ نہیں رہا۔ انہیں سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ طالبان کا مقابلہ کریں تو کیسے کریں۔ بہرحال سورۃ الصف کا مسلمانوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ اگر کامیابی کی یقینی ضمانت چاہتے ہو تو یہ ڈیل کر لو، محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھی بن کر اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے فولاد کی قوت ہاتھ میں لے کر جان اور مال سے جہاد کرو۔ اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دین کو صحیح معنوں میں سمجھنے کی اور پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

# سینوں میں شر جاگ اٹھے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

فلسطین میں اسرائیلی پٹھو محمود عباس نے 'مرسی پرفیوم' بنا کر بیچنے والے عطر فروش کو گرفتار کرلیا۔ مرسی پرفیوم گویا نظر بند ہوگئی! احد کے پہاڑوں سے اٹھنے والی جنت کی خوشبو (جس کی خبر حضرت انس بن نضر نے میدان کارزار کی طرف لپکتے ہوئے دی تھی) اب مصر کی مساجد سے اٹھ کر چہار جانب پھیل چکی۔ کیا خوشبو بھی نظر بند کی جاسکتی ہے؟ یہ خوشبو جو افغانستان کے پہاڑوں سے پہلے پہل اٹھی تھی۔ اب ہر مسلم ملک میں اس 'پرفیوم' کی مانگ بڑھ پھیل رہی ہے۔ مسجد رابعہ العدویہ پر مجنونانہ درندگی کا مسلسل آٹھ گھنٹے تک مظاہرہ اور پیچھے جلی روندی لاشوں کے ہولناک شرمناک انبار مصری فوج نے چھوڑے۔ اس کے بعد اگلے دن مصر پر ہُو کا عالم طاری ہونا چاہیے تھا، لیکن کیا دنیا نے مسلسل یہ دیوانہ نظارہ نہیں دیکھا کہ آہنی عزم والے نہتے نوجوانوں کے ٹھٹھ اگلے دن اسی درندہ فوج کے مقابل پھر موجود تھے! یہ سحر طاری کردینے والی جنت کی خوشبو ہے۔ یہ راز باربی کیو، بریانی، نہاری کی خوشبوؤں یا زنانہ خوشبوؤں کے اسیروں پر عیاں کیونکر ہو! ایمان کی قوت شامہ شل ہو جائے تو جنت کی خوشبو نہیں آیا کرتی۔ سماعتیں موسیقی سے شل ہوں تو نغمۂ حور جناں سنائی نہیں دیتا! سپردگی شرط بندگی ہے۔ یہاں پر مرنا ہی زندگی ہے۔ مصری نوجوان پروانہ وار لپکے ہیں۔ پوری دنیا ان کی استقامت وشجاعت پر انگشت بدنداں ہے۔ لیکن ان کی قوت کا راز اس حدیث میں ہے: ''سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ بھی جس نے جابر حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہا اور قتل کردیا گیا۔''

دنیا کے سامنے مشرق وسطیٰ میں امریکی ڈالروں پر پلنے والا امریکی فرنٹ مین مصر پوری طرح بے نقاب ہو گیا، بلکہ امریکی انڈر کور ایجنٹوں کا پورا عرب دستہ سامنے آگیا۔ مسلم دنیا میں امریکی فوج کے مقامی لشکر، اس کے مفادات کے محافظوں کی ساری داستان کھل چکی ہے۔ اسرائیل کا چوکیدار مصر جسے اسرائیل کی سکیورٹی، مسلمانوں کو فوجی بوٹ تلے دبا کر رکھنے، غزہ کا ناطقہ بند رکھنے کا بھرپور معاوضہ امریکہ اور یورپ ادا کرتے رہے، بالترتیب 1.3 بلین ڈالر اور 6 بلین ڈالر سالانہ! دنیا بھر میں اسرائیل کے بعد سب سے بڑی فوجی مدد مقامی فراعنہ کی ہوتی رہی۔ مصر اسرائیل کا تجارتی، سیاحی اور عرب امراء کا عیاشی کا اڈہ بنا رہا۔ عیاشی، فحاشی (سیاحت کے پردے میں) کے اس بین الاقوامی مرکز پر ایمان والوں کی حکومت؟ اس کے چیتھڑے اڑا کر رکھ دیے۔ کون سی جمہوریت کہاں کی جمہوریت۔ 21ویں صدی کی قوم لوط غضب ناک ہو کر پکاری: ''نکالو انہیں اپنی بستیوں سے، بڑے پاکباز بنتے ہیں۔'' یہ پانچ ہزار کو جنت مکاں کر دیا گیا! تین ہزار سے زائد گرفتار، ستر سالہ مرشد بدیع کا بیٹا شہید اور خود گرفتار۔ ان کا تشدد سے جبڑا توڑ دیا گیا، گھر جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ حسنی مبارک کی رہائی کا حکم ہوگیا۔ سنگ بستہ وسگ آزاد۔ کتے مصریوں پر کھول دیے گئے، پتھر باندھ دیے گئے۔ کہانی پوری ہوئی! یاد رہے کہ امریکہ ویورپ سے برسنے والے ڈالروں نے مصری عوام کا کبھی کچھ نہ سنوارا۔ وہ ہمارے عوام کی طرح خطِ غربت کے نیچے دبکے جرنیلوں کے مرغزاروں، محلات کو بصد حسرت ویاس کی کمین بنے تکتے رہے۔ ابھی ہم مصر کے غم میں غلطاں وپیچاں تھے کہ شام میں تڑپ تڑپ کر جان دیتے گڈے گڑیوں کی جگر پاش تصاویر آنکھوں میں انگارے بھرنے لگیں۔ عورتیں، بچے، مرد ممنوعہ کیمیائی ہتھیاروں میزائلوں کا نشانہ بنے۔ ڈیڑھ لاکھ شامی بشار الاسد کی خون آشامی کی بھینٹ چڑھ چکے۔ لاکھوں شامی خاندان اندرون ملک اور ہمسایہ ممالک میں مہاجر ہو کر دربدر ہو چکے۔ تاتریاق از واشنگٹن آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ اقوام متحدہ یا امریکی بوٹ اگر شام میں قدم رنجہ فرمائیں گے تو کبھی خیر نہیں لائیں گے اپنے مقاصد واہداف کے تحت اتریں گے النصرۃ فرنٹ سے نمٹنے۔ سیکولرازم کے درخت بونے اُگانے کے لیے۔

مصر وشام کے حالات پر ہمارے میڈیا کا طرز تغافل اور تجاہلِ عارفانہ حیران کن ہے۔ گٹر میں گر جانے والی گائے پر بریکنگ نیوز بنانے والے، مصر وشام میں قتلِ عام پر دم سادھے رہے؟ گائے تو ان کی رضاعی بہن (ایک گائے کا دودھ پینے پر) ٹھہری، لہٰذا درد دل بے پناہ ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں سے ان کا رشتہ ناتا؟ یہودی سیٹلائیٹوں سے استفادہ کرنے والوں نے کنویں کا مینڈک بن کر سکندر یا وسیم اکرم یا ناچتی تھرکتی ماڈلوں اداکاراؤں سے قوم کی نگاہ ہٹنے نہ دی۔ یہودی وزیر اعظم پہلے روزانہ پرویز مشرف کے لیے دعا کیا کرتا تھا (اسی کی دعاؤں سے آج سب جیل میں ہے)۔ اب مصر میں اسرائیلی سفیر نے سیسی کو یہودیوں کا ہیرو (اکیسویں صدی کے منافق سرداران۔ عبداللہ بن ابی کا قبیلہ!) قرار دیا۔ وہ جن کے مسلمانوں پر ظلم یہودیوں کو شرما دیں۔ جسے بیان کرتے قلم ہانپ ہانپ جائے۔ مماثلت ملاحظہ ہو۔ سیسی کے غم میں سعودی وزیر خارجہ فرانس پہنچا۔ وہاں (بظاہر) فرانسیسی صدر نے سیسی کے تشدد کی مذمت کی۔ لوٹ کر سعود الفیصل نے کہا کہ عرب ممالک بہت مالدار ہیں۔ مصری فوج کی مدد سے نہیں ہچکچائیں گے۔ اسی دوران سعودی چینل کا ایک ڈائریکٹر بھی مرسی کی حمایت پر برطرف کر دیا گیا۔ تاہم مسلم عوام جو سعودی اور دیگر عرب حکمرانوں کی امریکہ نواز پالیسیوں سے نالاں اور اس بربریت پر مصری فوج کا ساتھ دینے پر برہم تھے۔ ان کی سکینت وتشفی کا سامان 56 سعودی علمائے حق کی طرف سے مصر کے حالات پر فتویٰ میں ہے، جنہوں نے برملا مظلوم مصری عوام (70 فیصد مرسی کے حامی) کی تائید کرتے ہوئے سخت الفاظ میں مصری فوج کے ظالمانہ اقدامات پر شدید تنقید کی ہے۔ مسلم دنیا کے اہل علم کو بھی ان کا حق گوئی، حق کا ساتھ دینے کا فرض یاد دلایا ہے۔ مغرب کی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے۔ فوجی جرائم کے مقابل خاموشی اختیار کرنے کو شریعت کی رو سے امت کے ساتھ دھوکا قرار دیا ہے۔ یہ فتویٰ اور سورۃ البروج مع تفسیر پڑھنا عام کرنا لازم ہے، تاکہ امریکی ایماء پر مسلم ممالک اپنے عوام کے خلاف جنگ لڑنے سے پہلے شریعت کا حکم جان لیں (اگرچہ ایسے ہی فتوے پر لال مسجد اور مفتی شامزئیؒ شہید کیے گئے) اور اللہ کے حضور اس جرم عظیم کی سزا باور کرتے ہوئے پالیسیاں بنائیں۔ واپس تنہا لوٹنا ہے۔ تمام وردیوں کے ستارے جھڑ جائیں گے۔ سیاسی گدیاں چھن چکی ہوں گی۔ جب لاد چلے گا بنجارہ۔ جو کچھ مصر میں ہوا۔ وہی سب کچھ لال مسجد اور سوات میں ہو چکا۔ قبائل میں سالہا سال سے یہی مناظر ہیں جنہوں نے

(باقی صفحہ: 17 پر)

# حجاب: میرا وقار، میرا افتخار

## ”عالمی یوم حجاب“ کی مناسبت سے خصوصی تحریر

ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی
صدر ویمن اینڈ فیملی کمیشن، جماعت اسلامی

نائن الیون کے بعد اسلام اور اسلام کی علامات خاص طور پر حجاب کے خلاف مغرب کے متعصبانہ رویوں اور میڈیا نے بھرپور مہم جاری رکھی ہوئی ہے۔ بدقسمتی سے اس کا اس طور پر جواب نہ دیا گیا جیسے کہ حق تھا، مگر شرق و غرب میں بیدار ہوتی نوجوان نسل نے اب اقدام کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کی ایک علامت حجاب کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔ ایک سفارتی تقریب میں ایک نام نہاد پاکستانی دانشور نے بڑے افسردہ لہجے میں بتایا کہ ہمارے زمانے میں تو خال خال یونیورسٹیوں میں حجاب والی لڑکی نظر آتی تھی، اب تو آپ نے زبردستی ایک مہم کے ذریعے ہر طرف حجاب والی بچیوں کو پھیلا دیا ہے۔ میں نے کہا کہ محترم حجاب کسی کو زبردستی نہیں کرایا جاتا اور یہ حجاب جسے آپ جبر اور قید کی علامت سمجھتے اور سمجھاتے رہے وہ زمانے لد گئے۔ یہ اکیسویں صدی ہے اور یہ حجاب اب مسلمان عورت کی آزادی کی علامت بن کر ابھرا ہے۔ یہ ہمارا وقار، ہمارا افتخار اور اعتبار بن گیا ہے۔
ہم اسی آخری آسمانی ہدایت کی طرف لوٹ رہے ہیں جس میں ہمیں بشارت دی گئی ہے کہ نبی محترم ﷺ تمہیں ان بوجھوں سے نجات دینے آئے ہیں جنہیں معاشرے نے تمہارے اوپر لاد دیا تھا اور تمہیں ان زنجیروں سے آزاد کرانے آئے ہیں جنہوں نے تمہیں جکڑ لیا تھا۔

جولائی 2004ء کو لندن میں عالمی اسلامی تحریکوں کے رہنما علامہ یوسف القرضاوی کی سربراہی میں ایک کانفرنس میں فرانس میں حجاب پر پابندی کے قانون کے خلاف یہ طے کیا گیا کہ چونکہ ستمبر 2003ء میں یہ قانون پاس ہوا ہے، اس لیے آئندہ 4 ستمبر 2004ء کو پوری دنیا میں ”عالمی یوم حجاب“ منایا جائے گا۔ اس دن سے 4 ستمبر کو حجاب کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ فرانس جسے کبھی روشنیوں، خوشبوؤں، فنون اور آزادی کا ملک سمجھا جاتا تھا اب مسلمانوں کے لیے خوف اور جبر کی علامت بن چکا ہے۔ صرف فرانس پر ہی کیا موقوف، پورے مغرب کی اسلام دشمن پالیسیوں اور خاص طور پر یورپی متعصبانہ رویوں نے مسلمانوں کو غمزدہ کر دیا ہے۔ ”اسلام فوبیا“ ایک مستقل اصطلاح بنتی چلی جا رہی ہے۔ یکم جولائی 2009ء کو ہماری ایک بہن مروہ شربینی کو جرمنی میں حجاب کے جرم میں بھری عدالت میں شہید کر دیا گیا اور جرمنی کی حکومت نے کوئی ایکشن نہ لیا۔ ہمیں کبھی مروہ قواچی کی صورت ملک بدر کیا جاتا رہا اور کبھی مروہ شربینی کی صورت میں دنیا ہی سے رخصت کیا گیا، مگر حجاب کا یہ عزم توانا سے توانا ہوتا جا رہا ہے۔ مروہ اللہ کے شعائر کی ایک علامت کا نام ہے اور یہ علامت روز بروز فزوں تر اور نمایاں تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس نے اب وہ قوت حاصل کر لی ہے کہ کسی کے دبائے نہ دبے گی۔

حجاب محض ایک گز ٹکڑے کی علامت نہیں بلکہ ایک پورا نظام اخلاق ہے، جو ہمارے معاشرے میں حیا کی آبیاری کرتا اور عفت کے چلن کو عام کرتا ہے۔ دراصل ہمارا یہ ایک گز کا ٹکڑا مغرب کی اربوں ڈالر کی فیشن انڈسٹری کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھ دیتا ہے۔ یہ مقدس اور عفیف حجاب فیشن اور عریاں تہذیب و ثقافت کو ملیامیٹ کر دینے کا نام ہے جو کہ شیطان کے کارندوں کا روز ازل سے محبوب مشغلہ ہے۔ شیطان کا اولین وار ہی حضرت آدم علیہ السلام کو بے لباس کرنا تھا اور آج تک اس کا محبوب ترین ہتھیار یہی ہے کہ وہ بے حجابی کو آراستہ و پیراستہ کر کے عورت کو دھوکا دیتا ہے اور وہ فطرت کا یہ تقاضا ہی بھول جاتی ہے کہ ہر قیمتی چیز ملفوف ہوتی ہے، خول میں محفوظ ہوتی ہے، اسے لوگوں کی نظروں سے دور محفوظ رکھا جاتا ہے، تاکہ اس کی قدر و قیمت برقرار رہے، جیسے قیمتی زر و جواہر، جیسے نازک اشیاء، جیسے خوبصورت سیپیوں میں محفوظ قیمتی موتی وغیرہ۔

ایک برطانوی شہری سے پوچھا گیا کہ آپ کی ملکہ ہر ایرے غیرے سے ہاتھ ملاتی ہے کہ نہیں؟ جواب ملا نہیں، یہ اس کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ہر ایک سے ہاتھ ملائے۔ اسے بتایا گیا کہ مسلمانوں کے ہاں ہر عورت ملکہ کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ بھی ہر ایک سے نہیں ملتی۔ مبارک چیز کو غلاف میں رکھا جاتا ہے جیسے خانہ کعبہ، قرآن کریم اور دوسری متبرک اشیاء۔ عورت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک تخلیق بنایا ہے اور اسے غلاف اور حجاب میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ اپنی ایک فارسی رباعی میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اور وہ حجابوں میں ہے۔ عالم انس میں صفت تخلیق صرف عورت کو عطا کی گئی ہے اور عورت کو اپنے اس اعزاز پر بے تحاشا فخر کرنا چاہیے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور محجوب ہے، اس لیے عورت کو بھی اپنی تخلیق کی حفاظت کے لیے حجاب میں رہنا چاہیے اور اسے جلوت کی زحمتوں سے بچا لینا چاہیے کہ وہ نسل انسانی کی بہترین تربیت کر سکے۔

آج کے اس دور میں حجاب آزادی کی توانا علامت بن کر سامنے آ رہا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں باحجاب خواتین کی بھرپور شمولیت اس بات کا اعلان ہے کہ حجاب عورت کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ ممد و معاون ہے۔ مثال کے طور پر سرجن انسانی زندگی کا سب سے نازک ترین کام کر رہا ہوتا ہے۔ جب وہ کسی انسان کے دل یا دماغ کا آپریشن کر رہا ہوتا ہے، اس وقت وہ سر سے پاؤں تک حجاب میں ملبوس ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اُس نے نقاب بھی کیا ہوتا ہے، سر بھی ڈھکا ہوتا ہے، دستانے (Gloves) بھی پہنے ہوتے ہیں اور گاؤن کی صورت میں لباس بھی پہنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے حجاب کی یہ سب تفصیلات انسانی زندگی کے اس نازک ترین کام میں رکاوٹ نہیں بنتیں بلکہ معاون ثابت ہوتی ہیں کہ اسے مریض کے انفیکشن (Infection) اور دوسری بیماریوں سے بچاؤ کا سامان مہیا کر رہی ہوتی ہیں۔ یہ سب تفصیلات بتانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ ہمارا خالق ہے اور اسے ہی سب سے زیادہ بہتر پتہ ہے کہ کس طرح سے میری یہ تخلیق زیادہ بہتر طریقے سے زندگی گزار سکے گی۔ اس وقت جبکہ سارا عالم فساد عظیم کی زد میں ہے اور بحر و بر میں انسانوں کے ہاتھوں ظلم کا راج ہے اور مسلمانوں کی اکثریت مظلومیت کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے، یہ تاریک رات اس بات کی علامت ہے کہ شب جب زیادہ تاریک ہو جائے تو سحر کی نوید بن جاتی ہے۔ دل سے کہو نہ گھبرائے کہ سحر (باقی صفحہ 4 پر)

# وزیراعظم کا خطاب: حقائق کے آئینے میں

## خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: وسیم احمد

**مہمانانِ گرامی:** ڈاکٹر محمد ابراہیم مغل (چیئرمین، ایگری فورم پاکستان)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

**سوال** : وزیراعظم نے اپنے خطاب میں کہا ہے کہ 1999ء میں ہمارا قرضہ 3 ہزار ارب تھا جو اب 14 ہزار 5 سو ارب ہو چکا ہے۔ گزشتہ 14 سال میں پرویز مشرف اور پیپلز پارٹی برسر اقتدار رہی ہے۔ اس سنگین صورتِ حال کا اصل ذمہ دار کون ہے؟

**ایوب بیگ مرزا**: یہ بات باعث حیرت ہے کہ وزیراعظم نواز شریف نے اپنے خطاب میں پرویز مشرف اور پیپلز پارٹی کے سابقہ دو ادوار کی کوتاہیوں کو یکجا کر کے بیان کیا ہے۔ 1999ء میں جنرل پرویز نے اقتدار پر قبضہ کیا تھا، جبکہ 2008ء میں انتخابات کے نتیجے میں مرکز میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت بنی اور پنجاب جو آبادی کے لحاظ سے ملک کا 62 فیصد ہے، وہاں مسلم لیگ (ن) کی حکومت قائم ہوئی۔ میرے خیال میں میاں محمد نواز شریف نے نشاندہی بالکل درست کی ہے، واقعتاً قرض بڑھ کر اتنا ہوا ہے۔ لیکن انہیں دونوں ادوار کو الگ الگ رکھنا چاہیے تھا، تاکہ پتہ چلتا کہ خاص طور پر ملک کو قرضوں میں جکڑنے کے حوالے سے زیادہ کوتاہی کس دور میں ہوئی۔ جہاں تک پرویز مشرف کا معاملہ ہے، دہشت گردی کے خلاف جنگ، امریکہ سے تعاون، اسلام دشمنی اور پاکستان میں روشن خیالی کے نام پر بے حیائی جیسے معاملات میں اُس کے اقدامات ناقابل معافی ہیں۔ پرویز کے ان اقدامات کی جتنی بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ تاہم معیشت کے حوالے سے اس عرصہ کے دوران کئی شعبوں میں ترقی نظر آتی ہے۔ پرویز دور میں کرپشن کا لیول بھی سابق فوجی و سول حکومتوں کے برابر ہی تھا۔ کرپشن جس دور میں اپنی آخری حدوں کو چھونے لگی وہ پیپلز پارٹی کا دورِ حکومت ہے، جو 2008ء سے 2013ء کے دورانیے کو محیط ہے۔ میاں صاحب نے اس حوالے سے بڑی زیادتی کی ہے، انھیں اپنی تقریر میں اس حقیقت کو بیان کرنا چاہیے تھا کہ کرپشن اپنی حدوں سے نکل کر پیپلز پارٹی کے دور میں بحر بیکراں بنی ہے اور قرضوں میں اضافہ اسی کرپشن کی وجہ سے ہوا ہے۔ 1999ء میں جب میاں صاحب کی حکومت ختم کی گئی تھی، اس وقت ڈالر کی قیمت 45 روپے کے لگ بھگ تھی۔ پرویز دور میں یہ بڑھ کر 60 روپے تک جا پہنچی تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے دور میں ڈالر چھلانگ لگا کر 102 روپے تک گیا ہے۔ معاشی حوالے سے پیپلز پارٹی نے ملک کو اس حال تک پہنچایا ہے۔ میاں صاحب نے دونوں ادوار کو یکجا کر کے بہت زیادتی کی ہے۔ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ دونوں ادوار کی کوتاہیوں کو الگ الگ بیان کرنے سے ان کی اپنی بھی کوتاہیاں سامنے آنے کا خطرہ تھا۔ مثال کے طور پر 2008ء کے بعد کے دور میں منی لانڈرنگ کے ایک بہت بڑے کیس میں میاں صاحب کے ملوث ہونے کی جھلک پیپلز پارٹی نے انہیں دکھائی تھی۔ اس کے بعد میاں صاحب نے پیپلز پارٹی کی کرپشن کا ذکر کرنا چھوڑ دیا تھا۔ عمران خان کے الفاظ میں یہ دونوں بڑی پارٹیوں میں ''مک مکا'' کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا نواز شریف نے عوام کی زبوں حالی کو اپنے دشمن پرویز مشرف کے کھاتے میں ڈال کر دراصل پیپلز پارٹی اور اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

**سوال**: وزیراعظم نے نندی پور اور نیلم جہلم پاور پراجیکٹس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان کی تعمیر میں تاخیر کی وجہ سے ان کی لاگت 225 ارب روپے بڑھ گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو وزیراعظم ان پراجیکٹس کی تکمیل میں تاخیر کے ذمہ داران کے خلاف کوئی ایکشن کیوں نہیں لیتے؟

**محمد ابراہیم مغل** : جب پرویز مشرف کی حکومت ختم ہوئی تھی تو ریکارڈ پر ہے کہ پاکستان پر بیرونی قرضہ 34 ارب ڈالر تھا۔ پیپلز پارٹی کے دور حکومت کے مکمل ہونے پر پاکستان کا یہ قرضہ 59 ارب ڈالر تک پہنچ گیا تھا۔ گویا 25 ارب ڈالر قرضے پیپلز پارٹی کی حکومت کے دور میں بڑھے۔ ان سے جواب لینا چاہیے کہ یہ اضافہ کیونکر ہوا؟ وہ تو چلے گئے اور مقروض عوام کو کر گئے۔ سوال یہ نہیں کہ قرضہ 25 ارب ڈالر کیوں بڑھا؟ سوال یہ ہے کہ اتنا پیسہ گیا کہاں؟ ہمارے ملک میں ایک غلط رواج ہے کہ ہم جانے والوں کی خرابیاں بیان کرتے ہیں اور آنے والے کو سراہتے ہیں۔ میاں صاحب سے بھی پوچھنا چاہیے کہ آج پاکستان کا بیرونی و اندرونی قرضہ 14500 ارب روپے ہے۔ تین ماہ پہلے جب انہوں نے اقتدار سنبھالا تو یہ قرضہ 14260 ارب روپے تھا۔ یہ 240 ارب روپے دو ڈھائی ماہ میں کہاں چلے گئے۔ ان ڈھائی ماہ میں ڈالر 99 روپے سے بڑھ کر 104 روپے کا ہو گیا۔ اس کی ذمہ داری تو میاں صاحب کی حکومت پر ہے۔ اس کا حساب تو ان سے لیا جائے کہ یہ رقم کس تعمیری کام پر خرچ ہوئی۔ اب نندی پور اور نیلم جہلم پاور پراجیکٹس کا جائزہ لے لیا جائے۔ نندی پور پراجیکٹ کو گزشتہ مرکزی حکومت نے غلط طور پر بند کیا ہوا تھا، لیکن جب اٹھارھویں ترمیم کے تحت صوبوں کو اختیارات مل جانے کے بعد پنجاب کی سابقہ حکومت کے پاس اس پراجیکٹ کو بند رکھنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ لہٰذا یہ کوتاہی میاں شہباز شریف کی ہے۔ ان سے اس کی باز پرس ہونی چاہیے۔ نیلم جہلم پراجیکٹ میاں برداران کی بزدلی اور امریکی غلامی کی روش کا شکار رہا ہے۔ اگرچہ ہمارے سابقہ تمام حکمران امریکہ کی غلامی کرتے رہے ہیں، لیکن مسلم لیگ (ن) غلامی سے چھٹکارے کے سبز باغ بھی دکھاتی رہی ہے۔ اس کے علاوہ میاں برادران معاملات کی درستی کا ادراک بھی نہیں رکھتے۔ بجلی کے بلوں میں پچھلے کئی برسوں سے عوام نیلم پراجیکٹ کے نام پر اربوں روپے حکومت کو دے چکے ہیں، تاکہ یہ ڈیم بنے۔ ڈیم کی تاخیر کی ذمہ داری جس کی بھی ہے اُسے نشانِ عبرت بنانا چاہیے۔ لیکن اس کی ہمت میاں برادران میں نہیں۔ 2010ء میں جو سیلاب آیا تھا جس میں حکومت کی نااہلی کی وجہ سے کئی سو ارب کا نقصان ہوا تھا، پنجاب حکومت نے اس کی انکوائری شروع کی مگر انکوائری کی رپورٹ اب تک سامنے نہیں آئی جس سے معلوم ہوتا کہ کن لوگوں نے بند توڑنے کے احکام دیے اور اپنی زمینیں بچانے کے لیے گاؤں کے گاؤں بہا دیے۔ ابھی نیلم جہلم مکمل نہیں ہوا اور بھارت کی چیرہ دستیوں کی بدولت اس ڈیم کی گنجائش میں 27 فیصد کمی واقع ہو گئی ہے۔ اگر بھارت اس تیزی سے ہمارے پانی کے پیچھے پڑا رہا تو نیلم جہلم شاید بجلی پیدا کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ اس کا ''کریڈٹ'' بھی میاں برادران ہی کو جائے گا کیونکہ وہ اسرائیل اور امریکہ کو خوش کرنے کے لیے بھارت سے دوستی کے بڑے خواہش مند ہیں۔ میاں برادران کو چاہیے کہ اس پراجیکٹ کی تعمیر میں تاخیر کے ذمہ داروں کا احتساب کریں۔ قوم یہ پوچھنے

میں حق بجانب ہے کہ گزشتہ دو تین سالوں میں بھارت کی آبی جارحیت کے نتیجے میں اس پراجیکٹ کی پیداواری صلاحیت میں جو 27 فیصد کمی واقع ہوئی ہے کیا اُس کا ازالہ ہوگا؟ اور ہمارا جو حق غصب ہوا ہے کیا وہ ہمیں ملے گا؟

**سوال** : کشمیر پاکستان کی شہ رگ اور ہمارا قومی مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کا حل ناگزیر ہے، لیکن کہا جاتا ہے کہ پاکستان کو معاشی اور اقتصادی طور مستحکم کیے بغیر ہم اپنا کوئی ہدف حاصل نہیں کر سکتے۔ مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے کیا آپ نواز شریف کی اس سوچ سے اتفاق کرتے ہیں؟

**ایوب بیگ مرزا** : ''کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے'' یہ تاریخی الفاظ قائداعظم نے کہے تھے۔ کشمیر کا آزاد خطہ جو آج ہمارے ساتھ ہے، قائداعظم کی کوششوں سے ان کی زندگی میں آزاد ہو گیا تھا۔ قائداعظم کو پاکستان بننے کے بعد زیادہ وقت نہ مل سکا۔ بعد کی حکومتوں نے اس حوالے سے وہ تگ و دو نہیں کی جو اس اہم معاملے میں درکار تھی۔ میاں صاحب نے اپنی تقریر میں کشمیر کا ذکر قائداعظم کے الفاظ میں ضرور کیا ہے لیکن محسوس ہوتا ہے کہ وہ بڑی جلدی میں آگے بڑھ جانا چاہتے تھے تاکہ کوئی قوت ناراض نہ ہو جائے۔ آج کے دور میں کوئی مسئلہ عالمی نوعیت کا ہو یا مقامی، اُسے آپ زوردار انداز میں ریاستی سطح پر حل نہیں کر سکتے جب تک آپ کے پاس وسائل نہ ہوں۔ لیکن اس اعتبار سے وزیراعظم کی بات صحیح ہے کہ پاکستان جب معیشت، تجارت، زرمبادلہ کے ذخائر کے حوالے سے مضبوط ہوگا تب ہی ہماری بات سنی جائے گی۔ اس کا تعلق کشمیر سے نہیں ہے بلکہ ہمارے ہر مسئلے سے ہے۔ میاں صاحب نے کشمیر کے معاملے کو ملک کے استحکام سے نتھی کر کے formality پوری کی ہے، تاکہ ان پر کشمیر کا ذکر نہ کرنے کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ ختم ہو سکے۔ اس وقت ہم جن حالات کا شکار ہیں اس میں کشمیر کے معاملے پر بھارت سے جنگ کرنا عقلمندی نہیں ہوگی، لیکن ہمیں کم از کم اس مسئلے کو زندہ تو رکھنا چاہیے۔ چین کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہ معیشت کے حوالے سے اس وقت ایک مضبوط ترین ملک ہے، لیکن تائیوان کے مسئلے کو انہوں نے زندہ رکھا ہوا ہے اور اس مسئلے کے حل کے لیے جنگ کے آپشن کو اختیار نہیں کیا۔ ایک بار کسی امریکی افسر نے چینی وزیراعظم سے پوچھا کہ تائیوان کا مسئلہ آپ کب تک مؤخر کر سکتے ہیں۔ چینی وزیراعظم نے کہا کہ اس کو حل ہونے میں ایک صدی بھی لگ سکتی ہے اور ہم اس حوالے سے ایسا کوئی قدم نہیں اُٹھائیں گے جو ہمارے ایشو کو کمزور کرے۔ انہوں نے مسئلے کو بہرصورت زندہ رکھا ہوا ہے۔ گویا یہ ایک سپر پاور کا طرزِ عمل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان معاشی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے کمزور ہو گیا ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے جنگ کے ذریعے کشمیر حاصل کرنا ممکن نہیں رہا ہے، لیکن یہ کہاں کی دانشمندی ہے کہ ہم کشمیر کے مسئلے کو دفن کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ دفن نہیں ہونا چاہیے بلکہ یقینی طور پر زندہ رہنا چاہیے۔ میاں صاحب نے جو شرائط اپنی تقریر میں بیان کی ہیں کہ ہم جب تک اپنے مسائل حل نہیں کر لیتے ہمارے لیے کوئی ہدف حاصل کرنا ممکن نہیں۔ ٹھیک ہے، پہلے ان مسائل پر قابو پانا ضروری ہے۔ لیکن جب ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اس وقت یہ مسئلہ زندہ تو ہو۔ مسئلہ ہی زندہ نہ رہا تو اس کو حل کرنے کے لیے پیش رفت کیسے ہوگی۔ کشمیر واقعتاً ہماری شہ رگ ہے مگر میاں صاحب! کیا آپ یہ گوارا کرتے ہیں کہ دشمن کا پاؤں اس پر موجود رہے اور ہمیں اپنی شہ رگ کو ہندو کے پاؤں سے چھڑانے کی کوئی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ صرف ملک کو معاشی و اقتصادی طور پر مستحکم کرنے کے لیے اقدامات کرتے رہیں۔

**سوال** : نواز شریف نے دہشت گردی کے خاتمے کے لیے مذاکرات یا طاقت کے استعمال کی بات کی ہے۔ مذاکرت کن سے ہوں گے۔ کون ضامن ہوگا اور مذاکرات کا روڈ میپ کیا ہے یہ کون بتائے گا؟

**محمد ابراہیم مغل** : پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ دہشت گرد کون ہیں؟ اگر طالبان اور القاعدہ والے دہشت گرد ہیں جیسا کہ ہمارے دشمن کہتے ہیں تو پھر عراق میں سب سے بڑا دہشت گرد امریکہ ہے۔ ویت نام میں بھی شدت پسند امریکہ ہی تھا۔ روس کو توڑنے کے لیے امریکا نے جو کارروائیاں کیں، کیا وہ دہشت گردی نہیں ہے۔ لفظ ''طالبان'' کو امریکا نے گالی بنایا ہوا ہے۔ طالبان کا مطلب مجرم اور قاتل نہیں، علم کے چاہنے والے، اسلام کے چاہنے والے ہے۔ ایک سچا مسلمان کبھی کسی بے گناہ کو قتل نہیں کرتا، وہ عورتوں کی تعلیم کا مخالف نہیں ہوتا۔ مسلمان تو انسان سے پیار کرنے والا ہوتا ہے۔ لہٰذا دہشت گردی کا رجحان امریکہ کا پیدا کردہ ہے۔ مذاکرات کرنے ہیں تو امریکا سے کیے جائیں، تاکہ پاکستان میں دہشت گردی ختم ہو۔ رہی یہ بات کہ ملک کو معاشی طور پر مضبوط ہونا چاہیے۔ تو جدید معاشیات کی رُو سے اِس کی صورت یہی ہے کہ اللہ نے ہمیں جو قدرتی وسائل دیے ہیں، ان کو بروئے کار لایا جائے۔ ملک میں میگا پراجیکٹس شروع کیے جائیں۔ ایکسپورٹ اور امپورٹ میں توازن پیدا کیا جائے۔ تجارتی سرگرمیاں فروغ دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ زرعی اور صنعتی پیداوار کو بڑھایا جائے۔ یہ اُصول میرے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ عالمی سطح پر معاشی اُصول ہیں جو کسی ملک کی ترقی کے لیے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ ان اقدامات کے بغیر معاشی ترقی کا راگ الاپنا قوم کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔ گزشتہ دس سال سے کپاس کی پیداوار 80 لاکھ ایکڑ رقبے پر ہوتی تھی۔ موجودہ حکومت کے آتے ہی یہ کم ہو کر 74 لاکھ ایکڑ پر جا پہنچی ہے۔ ماضی میں 70 لاکھ ٹن تک چاول کی پیداوار رہی ہے اور اس سال یہ 60 لاکھ ٹن سے اُوپر جاتی نظر نہیں آتی۔ ہماری برآمدات کا 78 فیصد حصہ کپاس، چاول، چمڑے پر مشتمل ہے۔ آغاز ہی میں جب کپاس اور چاول کی پیداوار میں کمی ہوگئی تو برآمدات خود بخود کم ہوں گی اور درآمد بڑھے گی۔ حکومت آغاز ہی سے غلط راستے پر چل رہی ہے۔ کیا اس طرح ملک معاشی طور پر مضبوط ہو جائے گا؟ میاں صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے ملک کو ایشین ٹائیگر بنانا ہے، مگر ان کا عمل اُن کے قول کا ساتھ نہیں دیتا۔ جب تک میاں صاحب معیشت کو آگے بڑھانے کے لیے سنجیدہ کردار ادا نہیں کریں گے، ملک کو معاشی استحکام نہیں ملے گا۔ ریاست کا کام یہ ہے کہ وسائل مہیا کرے اور ایسے اقدامات کرے جس سے عام آدمی کی فلاح کا پہلو نکلے۔

**سوال** : ڈرون حملے پاکستان کی خودمختاری اور حاکمیت اعلیٰ کی کھلی خلاف ورزی اور بین الاقوامی اور انسانی ضابطوں کی نفی کرتے ہیں۔ انہیں فی الفور روکنا چاہیے۔ ہو بہو ایسے ہی بیانات پیپلز پارٹی کے رہنما پچھلے 5 سال میں دیتے رہے ہیں۔ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟

**ایوب بیگ مرزا** : اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈرون حملے ان ڈھائی ماہ میں کچھ کم ہوئے ہیں، لیکن کا اس کا کریڈٹ میاں نواز شریف کو نہیں جاتا۔ ہوا یہ ہے کہ عالمی سطح پر ڈرون حملوں کی مخالفت میں یکدم تیزی آئی ہے۔ یہاں تک کہ اقوام متحدہ جو امریکہ کی لونڈی ہے، وہ بھی ڈرون حملوں کے خلاف زبان کھولنے پر مجبور ہوئی ہے۔ حال ہی میں اس کے خلاف کئی ملکوں میں مظاہرے ہوئے ہیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ پاکستان جو ڈرون حملوں کی زد میں ہے وہاں ڈرون حملوں کے خلاف اس زور سے احتجاج نہیں ہوا جتنا احتجاج یورپ اور دوسرے ممالک میں اس کے خلاف ہوا ہے۔ بہرحال ڈرون حملوں میں کمی کی وجہ عالمی سطح پر ان کی مخالفت ہے۔

**محمد ابراہیم مغل** : ڈرون طیارہ کسی کو پہچانتا نہیں ہے کہ بے گناہ مارے جا رہے ہیں یا دشمن نشانہ بن

رہا ہے۔ ایک طرف استعماری قوتوں کا دعویٰ ہے کہ ہم چڑیا کے گھونسلے کو بھی نقصان نہیں پہنچاتے۔ دوسری طرف 2400 بچے اور بچیاں بلاقصور ان ڈرون حملوں میں مارے گئے، کیا وہ چڑیا کے برابر بھی زندہ رہنے کا حق نہیں رکھتے تھے۔ انہیں کس جرم کی سزا دی گئی؟ افسوس کہ ہمارے میڈیا کے لوگ بھی بک چکے ہیں۔ لہٰذا وہ ان حقائق سے آنکھیں چرا کے نکل جاتے ہیں۔ اے مغرب پر مسلط لوگو! تم ظالم ہو، چڑیا اور جانوروں کے ساتھ ہمدردی کے ناٹک رچانے کی بجائے انسان کو زندہ رہنے کا حق ہی دے دو۔ امریکہ والو! تمہارا اصل چہرہ دنیا کے سامنے آ گیا ہے کہ تم ڈرون حملوں میں معصوم بچوں اور بچیوں کو مار رہے ہو۔ حتیٰ کہ جو جیکٹ خودکش حملہ آور کو تم پہناتے ہو وہ امریکہ کے علاوہ دنیا میں کہیں بنتی ہی نہیں ہے۔ خدارا یہ جیکٹس بھیجنا بند کرو، انسانیت پر رحم کھاؤ، اور رسول اللہ (ﷺ) کے پیروکاروں پر ظلم ڈھانا بند کرو۔

**سوال**: وزیراعظم کے خطاب کا بحیثیت مجموعی تجزیہ کرتے ہوئے بتائیں کہ انہوں نے اپنے خطاب میں قوم کو کوئی امید افزا پیغام دیا ہے یا دُکھی اور مزید مایوس کیا ہے؟

**محمد ابراہیم مغل**: لوگ یہ کہتے ہیں کہ دورانِ تقریر میاں نواز شریف صاحب کے چہرے پر بشاشت، کمٹمنٹ اور عزم موجود نہیں تھا جس سے وہ قوم کو اعتماد میں لیتے۔ انہوں نے تقریر صرف سبق کے انداز میں پڑھ دی ہے۔ میاں صاحب آج کل پبلک میٹنگز میں بھی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے سے گھبراتے ہیں۔ دراصل انہیں مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی سرا نظر نہیں آ رہا۔ میں ان کے حوصلے کو توڑنا نہیں چاہتا، بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے مفادات کے لبادے اُتار پھینکیں اور سب سے پہلے عالمی سطح پر پاکستان کے امیج کو بہتر بنانے کے لیے دن رات ایک کر دیں۔

**سوال**: نواز شریف نے اپنی تقریر کے آخر میں اللہ کی تائید و نصرت اور نبی اکرم ﷺ کی رحمت اور سائے کی بات کی ہے۔ انہوں نے یہ بات کس تناظر میں کی ہے؟

**ایوب بیگ مرزا**: میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک مسلمان اللہ کی تائید و نصرت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ کی نصرت، نبی ﷺ کی رحمت ہمیں اسی صورت حاصل ہو گی جب ہم اللہ کے احکامات اور نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کریں گے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ بعض باتیں ہم بغیر سوچے سمجھے منہ سے نکال دیتے ہیں۔ ہم یہ نہیں خیال کرتے ہیں کہ جو بات کہہ رہے ہیں ہمارا عمل اس کے مطابق نہیں ہے۔ اس حوالے سے میاں صاحب کی چند مثالیں دینا چاہوں گا جب ان کا عمل اپنے قول کے مطابق نہیں رہا۔ مثلاً میاں صاحبان نے پچھلے دورِ حکومت (یعنی 1997ء) میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے اپنی تین ملاقاتوں میں وعدہ کیا کہ ہم پاکستان میں اسلام نافذ کریں گے اور ملک میں ایک سال کے اندر سودی نظام ختم کر دیں گے، لیکن سود کے خلاف عدالتی فیصلے پر عمل درآمد کی بجائے انہوں نے اس کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ ایک بات سننے میں آئی ہے (دروغ برگردنِ راوی) کہ میاں نواز شریف نے کسی کے کہنے پر خانہ کعبہ میں یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر اللہ نے مجھے اب اقتدار سے نوازا تو میں پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کروں گا۔ حال ہی میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ سینئر صحافی انصار عباسی نے انہیں ایک پیغام ای میل کیا کہ آپ نے اسلامی نظام کے نفاذ کا وعدہ کیا ہے تو اُسے پورا کریں۔ اس کے جواب میں میاں صاحب کی طرف سے انہیں جو جوابی ای میل بھیجا گیا وہ میں یہاں پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں۔

Dear Ansar Abbasi Sb. Thanks for your message, your concerns are not only valid but reflect my opinion as well. The gradual loss of religious and social values disturbs me equally, but the fact remains that my sincere advices to PPP Government has been falling on deaf ears. I have discussed with Shahbaz as to what we can implement at the provincial level. However I owe to make Pakistan an Islamic welfare state, if Almighty Allah give me the opportunity.

یہ تحریری جواب میاں صاحب نے 25 مارچ 2012ء کو دیا تھا جب پیپلز پارٹی حکومت کا آخری سال تھا۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں صاحب نے کئی مواقع پر اس بارے میں نہ صرف اپنی خواہش کا اظہار کیا بلکہ بعض مواقع پر وعدہ بھی کیا۔ وعدے کی اسلام میں جو اہمیت ہے اس سے ہم سب واقف ہیں۔ ہم نہیں کہتے کہ انہیں ڈھائی ماہ میں مکمل اسلام نافذ کر دینا چاہیے تھا لیکن اس عرصہ میں ایک آدمی یا ایک حکومت کا رُخ بتا دیتا ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے؟ اُن کی پوری انتخابی مہم میں ایک دفعہ بھی اسلام کا ذکر نہیں آیا۔ اقتدار میں آنے کے بعد ڈھائی ماہ میں اسلام کی طرف پیش رفت ہوتی نظر نہیں آئی۔ زیر بحث تقریر میں بھی کوئی ارادہ، کوئی عزم یا خیال ایسا نہیں جس سے یہ اخذ کیا جا سکے کہ وہ نفاذ اسلام کی طرف پیش رفت کرنا چاہتے ہیں۔ چند سال پہلے میں نے میاں نواز شریف کو ایک ملاقات میں کہا تھا کہ اگر اللہ نے آپ کو دوبارہ اقتدار کا موقع دیا تو آپ کو نفاذ اسلام کے لئے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہو گی۔ اس لئے کہ 65 سالہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں نفاذ اسلام روایتی انداز میں ممکن نہیں۔ انہوں نے بڑے زور دار انداز میں کہا تھا کہ میں اب یہ کام انقلابی انداز میں کروں گا۔ سوال یہ ہے کہ 75 دن حکومت کو ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس حوالے سے کوئی اشارہ تک کیوں نہیں دیا۔ ہم نہیں کہتے کہ یہ کام فوری طور پر کر دیا جائے لیکن پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا عزم تو ظاہر کریں۔ ہمیں سود، فحاشی اور جوئے کے خاتمے اور دیگر اقدامات کے حوالے سے کوئی روڈ میپ تو دے دیں۔

**ایوب بیگ مرزا**: ہم ''الدین النصیحہ'' کے تحت بڑے پُرخلوص انداز میں میاں صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ کوئی کام اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک اللہ کا اذن نہ ہو۔ آپ کتنا ہی ملک کے مسائل کے حل کے لیے بھاگ دوڑ کر لیں، چین سے معاہدے کر لیں، امریکہ سے امداد لے لیں، اگر آپ نے اللہ کی رسی کو نہ تھاما تو پاکستان کے گھمبیر مسائل کو حل کرنا دور کی بات، معمولی سے معمولی مسئلہ بھی حل نہیں کر سکیں گے۔ ان مسائل کے حل کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ آپ اللہ کے دامن کو تھام لیں۔ اللہ سے وفاداری کا مظہر صرف نماز، روزہ یا 27 رمضان کی رات بیت اللہ میں گزار لینا نہیں ہے بلکہ اس کے لیے اللہ کی دھرتی پر اللہ کا نظام نافذ کرنا بھی ضروری ہے۔ تب اللہ کی تائید و نصرت آپ کو حاصل ہو گی۔ امریکہ کی مدد سے آپ ملک کو مسائل کے گرداب سے نہیں نکال سکتے، بلکہ اور مسائل میں اضافہ کریں گے۔ امریکہ کی اسلام دشمنی تو مصر، شام، ترکی، پاکستان، عراق اور افغانستان میں ظاہر ہو گئی ہے۔ امریکہ کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کبھی اسلام کے نفاذ کی طرف پیش رفت نہیں کر سکتے، کیونکہ امریکا کبھی آپ کو ایسا نہیں کرنے دے گا۔ آپ اپنی نیت، جذبے اور اپنے عزم سے ہی اسلام کی طرف پیش رفت کر سکتے ہیں۔ صرف اسی صورت میں پاکستان خوشحالی کی طرف گامزن ہو سکتا ہے۔

(مرتب: فرقان دانش)

''اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیسے مٹایا جائے''

# مسلمانوں کی قوت وطاقت توڑنے کے دیگر اصول

غلام خیرالبشر فاروقی

(ہمفرے کہتا ہے) ''......کتاب کے ایک اور باب میں مسلمانوں کی قوت وطاقت کو توڑنے اور انہیں کمزور بنانے کے دیگر اصولوں پر بھی گفتگو کی گئی تھی جو دلچسپی سے خالی نہیں۔

1۔ ایسے افکار کی ترویج جو قومی، قبائلی اور نسلی عصبیتوں کو ہوا دیں اور لوگوں کو گزشتہ قوموں کی تاریخ، زبان اور ثقافت کی طرف شدت سے مائل کریں اور وہ ماقبل اسلام کی تاریخی شخصیتوں پر فریفتہ ہو جائیں اور ان کا احترام کریں۔ مصر میں فرعونیت کا احیاء، ایران میں دین زردتشت اور بین النہرین میں بابل کی بت پرستی ان ہی کی مثالیں ہیں۔ کتاب کے اس حصے میں ایک بڑے نقشے کا بھی اضافہ کیا گیا تھا جس میں ان مراکز کی نشان دہی کی گئی تھی جن میں سابق الذکر خطوط پر عمل درآمد ہو رہا تھا۔ (یہی وجہ ہے کہ اہلیانِ مصر نے فخریہ اعلان کر دیا کہ ہم آل فرعون ہیں۔ ''فاروقی'')

2۔ شراب نوشی، جوئے بازی، بدفعلی اور شہوت رانی کی ترویج، سور کے گوشت کے استعمال کی ترغیب۔ ان کارگزاریوں میں یہودی، نصرانی، زردتشتی اور صابی اقلیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ بٹانا چاہیے اور ان برائیوں کو مسلم معاشرے میں زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہیے، جن کے عوض نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت انہیں انعام واکرام سے نوازے گی۔ اس کام کے لئے متعدد افراد کی ضرورت ہے جو کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور شراب، جوا، فحشاء اور سور کے گوشت کو جہاں تک ہو سکے لوگوں میں مقبول بنائیں۔ اسلامی دنیا میں انگریزی حکومت کے کارندوں کا یہ فریضہ تھا کہ وہ مال ودولت انعام واکرام اور ہر مناسب طریقے سے ان برائیوں کی پشت پناہی کریں اور ان پر عامل افراد کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچنے دیں اور مسلمانوں کو اسلامی احکامات اور اس کے اوامر ونواہی سے روگردانی کی ترغیب دیں۔ کیونکہ احکام شرع سے بے توجہی معاشرے میں بدنظمی اور افراتفری کا سبب ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں سود کی شدت سے مذمت کی گئی ہے اور اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ پس لازم ہے کہ ہر حال میں سود اور حرام سودے بازی کو عام کرنے کی کوشش کی جائے اور اقتصادی بدحالی کو مکمل طور پر مضمحل بنایا جائے۔ (کہ جو اہل کتاب قوم بھی اپنے الہامی لائحہ عمل سے سرکشی اور روگردانی کرتی ہیں، وہ خدائی قاعدے قانون کے تحت بھی ذلیل وخوار کر کے دوسری اقوام کی غلام بنا دی جاتی ہیں۔ یہود ونصاریٰ کی اپنی تاریخی مثال اس کا واضح ثبوت ہے۔ ''فاروقی'') اس کام کے لئے ضروری ہے کہ سود کی تحریم سے متعلق آیات کی غلط تفسیر کی جائے اور اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے کہ قرآن کے ایک حکم سے سرتابی اسلام کے تمام احکام سے روگردانی کی جرأت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ قرآن نے جس سود کو منع کیا ہے وہ سود مرکب (یا سود در سود) ہے۔'''' اپنے مال کو کئی گنا کرنے کی خاطر سود نہ کھاؤ'' اس بنا پر عام حالت میں سود حرام نہیں ہے۔

3۔ علمائے دین اور عوام کے درمیان دوستی اور احترام کی فضا کو آلودہ کرنا وہ اہم فریضہ ہے جسے انگلستان کی حکومت کے ہر ملازم کو یاد رکھنا چاہیے۔ اس کام کے لئے دو باتوں کی اشد ضرورت ہے:۔

(i) علماء ومراجع پر الزام تراشی کرنا۔

(ii) نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت سے منسلک بعض افراد کو علمائے دین کی صورت دینا اور انہیں الازہر یونیورسٹی، نجف، کربلا اور استنبول کے علمی اور دینی مراکز میں اتارنا۔

علمائے دین سے لوگوں کا رشتہ توڑنے کے لئے ایک راستہ یہ بھی ہے کہ بچوں کو نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگراموں کے مطابق تربیت دی جائے۔ اس کام کے لئے ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جو ہمارے تنخواہ دار ہوں، تاکہ وہ جدید علوم کی تدریس کے ضمن میں نوجوانوں کو علمائے دین اور عثمانی خلیفہ سے متنفر کریں اور ان کی اخلاقی برائیوں اور ظلم وزیادتیوں کو بڑی آب وتاب کے ساتھ بیان کریں اور یہ بتائیں کہ وہ کس طرح قومی سرمایہ کو اپنی عیاشیوں کی نذر کرتے ہیں اور ان میں کسی پہلو سے اسلامی جھلک نہیں پائی جاتی۔

4۔ وجوب جہاد کے عقیدے میں تزلزل پیدا کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ جہاد صرف صدر اسلام کے لئے تھا، تاکہ مخالفوں کی سرکوبی کی جائے، مگر آج اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ (اس مقصد کے لئے قادیانی مذہب ایجاد کیا گیا۔ ''فاروقی'')

5۔ کافروں کی پلیدی اور نجاست سے متعلق موضوع (جو خاص طور پر شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے،) ان مسائل میں سے ہے جسے مسلمانوں کے ذہن سے خارج ہونا چاہیے اور اس کے لئے قرآن اور حدیث سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیت جس میں کہا گیا ہے کہ ''اہل کتاب جو کھانا کھاتے ہیں وہ تم پر حلال ہے اور جو تم کھاتے ہو وہ ان پر حلال ہے اور پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) عورتیں تم پر حلال ہیں۔'' (تمام ادیان کے پیروکاروں کو مسلمان کہا جائے ''فاروقی'')

6۔ مسلمانوں کو یہ بات سمجھانی چاہیے کہ دین سے حضرت ختمی مرتبتؐ کی مراد صرف اسلام نہیں بلکہ جیسا کہ قرآن حکیم سے بھی ثابت ہے دین میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں اور تمام ادیان کے پیروکاروں کو مسلمان کہا جائے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف (علیہ السلام) خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اس دنیا سے مسلمان جائیں۔ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی بھی یہی تمنا تھی کہ ''پروردگار ہم دونوں کو مسلمانوں کے زمرہ میں اور ہمارے خاندان کو امت مسلمہ قرار دے۔'' حضرت یعقوبؑ اپنے فرزندوں سے کہتے ہیں: ''نہ مرنا مگر حالت اسلام میں۔''

7۔ دوسرا اہم موضوع کلیساؤں اور کنیساؤں کی تعمیرات کے اسباب سے متعلق ہے۔ قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اہل کتاب کی عبادت گاہیں محترم ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے: ''اگر خداوند عالم لوگوں کو منع نہ فرماتا تو لوگ (نصاریٰ کے) کلیساؤں، (یہودیوں کے) کنیساؤں

اور (زرتشتیوں کے) آتشکدوں کو تباہ و برباد کردیتے۔''
اس آیت سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام میں عبادت گاہیں محترم ہیں اور انہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا۔

8۔ دین یہود سے انکار پر مبنی چند حدیثیں جناب رسالت مآبؐ سے نقل کی گئی ہیں۔ مثلاً "یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دو یا جزیرۃ العرب میں دو متضاد ادیان کی گنجائش نہیں۔'' ہمیں ہر حال میں ان احادیث کی تردید کرنی چاہیے۔

9۔ لازم ہے کہ مسلمان کو عبادت سے روکا جائے اور اس کے وجوب کے بارے میں ان کے دلوں میں شکوک پیدا کئے جائیں۔ خاص طور سے اس نکتہ پر زور دیا جائے کہ خداوند عالم بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ حج کو ایک بیہودہ عمل قرار دیا جائے اور مسلمانوں کو شدت کے ساتھ مکہ جانے سے روکا جائے۔ اس طرح مجالس اور اس سلسلے کے تمام اجتماعات پر پابندی لگائی جائے۔ یہ اجتماعات ہمارے لیے خطرے کی گھنٹی ہیں اور انہیں شدت کے ساتھ روکنا ضروری ہے۔ مساجد، ائمہ دین کے مزارات، امام بارگاہوں اور مدرسوں کی تعمیرات پر بھی بندش عائد کی جائے۔ (خمس اور غنائم جنگی کی تقسیم بھی اسلام کی تقویت کا ایک سبب ہے)

10۔ زکوٰۃ اور خمس کا تعلق تجارتی لین دین اور کاروباری منافع سے نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مد میں رقم کی ادائی پیغمبر اکرم ﷺ اور اماموں کے زمانے میں واجب تھی، لیکن اب علمائے دین کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے یہ رقم حاصل کریں۔ خاص طور پر جبکہ یہ لوگ اس رقم سے ذاتی فائدے حاصل کرتے ہیں اور اپنے لئے بھیڑ بکریاں، گائے، گھوڑے، باغات اور محلات خریدتے ہیں۔ اس اعتبار سے دینی بنیاد پر حاصل کی گئی رقم ان کے لئے جائز نہیں ہے۔

11۔ لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لئے یہ ظاہر کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام فتنہ و فساد اور ابتری اور اختلافات کا دین ہے اور اس کے ثبوت میں اسلامی ممالک میں رونما ہونے والے واقعات کو پیش کرنا چاہیے (نالائق اسلامی حکمرانوں کو بطور مثال پیش کیا جائے ''فاروقی'')۔

12۔ اپنے آپ کو تمام گھرانوں میں پہنچا کر باپ، بیٹوں کے تعلقات کو اس حد تک بگاڑا جائے کہ بزرگوں کی نصیحت بے اثر ہو جائے اور لوگ آمریت کی تہذیب و تمدن کا شکار ہو جائیں۔ اس صورت میں ہم نوجوانوں کو ان کے دینی عقائد سے منحرف کر کے انہیں علماء سے دور رکھ سکتے ہیں۔ (بعد میں لارڈ میکالے کا نصاب تعلیم اسی اصول پر مرتب ہوا جو آج ماڈریٹ کی اصطلاح سے جدت پذیری کے مراحل میں ہے۔''فاروقی'')

13۔ عورتوں کے بے پردگی کے بارے میں ہمیں سعی بلیغ کی ضرورت ہے، تاکہ مسلمان عورتیں خود پردہ چھوڑنے کی آرزو کرنے لگیں۔ اس سلسلے میں ہمیں تاریخی دلائل و شواہد کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ پردہ کا رواج بنی عباس کے دور سے ہوا اور یہ ہرگز اسلام کا طریقہ نہیں ہے۔ لوگ رسول اکرم ﷺ کی بیویوں کو بغیر پردہ دیکھتے رہے ہیں۔ صدر اسلام کی عورتیں زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے شانہ بشانہ رہی ہیں۔ ان کوششوں کے بار آور ہونے کے بعد ہمارے ساتھیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ نوجوان نسل کو نامشروع جنسی روابط اور عیاشیوں کی ترغیب دیں اور اس طرح برائیوں کو اسلامی معاشرے میں رواج دیں۔ ضروری ہے کہ غیر مسلم عورتیں پوری بے پردگی کے ساتھ اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں پیش کریں، تاکہ مسلمان عورتیں انہیں دیکھ کر ان کی تقلید کریں۔

15۔ جماعت کی نماز سے لوگوں کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ ائمہ جمعہ و جماعت پر الزام تراشیاں کی جائیں اور ان کے فسق و فجور پر مبنی دلائل پیش کیے جائیں، تاکہ لوگ متنفر ہو کر ان سے اپنا رابطہ توڑ لیں، (ایسا ہی ہوا ہے، استغفراللہ) (جاری ہے)

**پریس ریلیز** 30 اگست 2013ء **حافظ عاکف سعید**

## دین سے دوری اور دنیا میں مگن ہونے کے سبب عربوں پر قیامت ٹوٹنے والی ہے

## مسلمانان پاکستان نے اللہ سے کئے گئے نفاذِ اسلام کے وعدے سے انحراف کیا، جس کی وجہ سے مصائب میں گرفتار ہیں

## قوم انفرادی واجتماعی سطح پر توبہ کرے، تاکہ مصائب ومشکلات سے نکل سکے

سا ئم کھلا ا ستظار کر تے ہیں کہ عربوں پ قیامت ٹو ٹنے لی ہے یہ ملت تنظیم سلامی لکے میجا فظا کف سعید نے آ ل کیڈیلا ہو میں خطاب جمعہ کے لا ن کہی نہوں نے کہا کہ ا مریکا م پ رحملے کی تیلی ل کر رہا ہے جس کے ب میں س نے سعودی عرب پ رحملہ کنے کی دھمکی دی ہے نہوں نے کہا کہ حقیقت ہے کہ سر مین عرب میں للہ آ کے محمد سول بھیجے گئے ا للہ کی آ خری کتاب بھی عربی ز لی میں زال ہوئی ا س کے باجو عربوں نے دین د کی ختیار کر لینے اور دنیا میں مگن ہو جانے سے عربوں پ ر للہ کا غضب نازل ہو ما نظر ہا ہے نہوں نے کہا کہ مسلمل میں عربوں کے بعد ہم پاکستانی مسلم للہ کے سب سے بڑ ے مجرم ہیں جنہو ں نے للہ سے دین کے نام پر وطن لگا اور جب للہ نے ہمیں ک سر زمین عطا کی تو ہم للہ سے کئے گئے تمام عد ں سے منحرف ہو گئے ہم قومی سطح پر جن مشکلات ر مصائب میں گھرے ہو ئے ہیں وا س انحراف ہی کا نتیجہ ہے کراچی کے حالا ت پر تبصرہ کر تے ہو ئے نہوں نے کہا کہ یم کیو یم کا کراچی کو فوج کے حوالے کرنے کے مطالبہ کسی سازش کا حصہ لگتا ہے نہوں نے کہا کہ فوج پہلے ہی بہت محاذوں پر الجھی ہوئی ہے کراچی کو فوج کے حوالے کرنے کے لئے متحان میں ڈالا جا ئے نہوں نے کہا کہ ضرورت ہے قوم انفرادی ور اجتماعی سطح پر توبہ کر ے للہ ور رسول سے کئے گئے عد ے پورے کر تے ہوئے پاکستان کو لگا تار جن مصائب ور مشکلات کا سامنا ہے ن سے نجات حاصل ہو جا ئے

(جاری کردہ: شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

# شام کا بحران اور تیسری عالمی جنگ

## III

بلال خان

شام میں جب بشار الاسد کے خلاف مظاہرے شروع ہوئے تو وہ انتہائی پُر امن احتجاج تھا۔ لوگوں کا مطالبہ آئینی مراعات اور جمہوری حقوق کا تھا۔ بشار الاسد نے اس پر جبر و تشدد کی راہ اپنائی۔ اُس سے یہی توقع تھی اس لئے نہیں کہ بشار الاسد کا تعلق شیعہ علوی فرقے سے ہے اور مظاہرین کا تعلق سنی فرقے سے تھا، بلکہ اس لئے کہ یہ وہی سلوک ہے کہ جس کی توقع ایک ظالم، جابر اور آمر حکمران سے کی جاسکتی ہے۔ اس کی مثال آپ پاکستان کے پرویز مشرف اور مصر کے حسنی مبارک اور اب سیسی کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں۔ بشار الاسد کے تشدد کا جواب بھی تشدد کی صورت میں آیا۔ جس دن یہ متشدد مقابلہ شروع ہوا مغرب کی گویا دیرینہ خواہش پوری ہوگئی۔ اہل مغرب نے پہلے دن سے اس کو شیعہ سنی جنگ بنا کر پیش کیا، اور اس بات کی بار بار تکرار کی کہ بغاوت کرنے والے سنی ہیں اور حکومت شیعہ کی ہے۔ پہلے دن سے مغربی میڈیا کا یہ عیارانہ رویہ سامنے آیا۔ انتہائی محنت کے سے اس کانہ جنگی کو شیعہ سنی جنگ بنا کر پیش کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ تو عالم اسلام کی شیعہ اور سنی طاقتوں کو اپنے اپنے مفادات اور مسلک کے دفاع کی ضرورت محسوس ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی دو احادیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ جب شام میں فتنہ ہوگا تو تم میں کوئی خیر باقی نہ رہے گی، اور میری امت کی ایک جماعت قیامت تک قتال کرتی رہے گی اور ان کو کسی کے ترک تعلق کی کوئی پروا نہ ہو گی، اور دوسری حدیث کے مطابق جب فتنہ ہوگا تو ایمان شام میں ہوگا۔ یہ دو احادیث دنیا بھر سے رضا کاروں کے تواتر کے ساتھ شام جانے کا باعث بن رہی ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق ان شامی ’طالبان‘ مزاحمت کاروں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔ امریکہ جو چند ہزار طالبان کے ہاتھوں افغانستان میں ذلیل و خوار ہو چکا ہے، اس ساری صورت حال سے سخت شش و پنج میں مبتلا ہے۔ اس لئے وہ شام میں لیبیا جیسی کارروائی کرنے سے گریزاں ہے، حالانکہ پورے خطے خاص طور پر شام کے ہمسایے اردن میں اس کی فوج موجود ہے۔ اس کو ڈر ہے کہ بشار الاسد کو معمر قذافی کی طرح گرانے کی کوشش ان لوگوں کو حکومت میں لے آئے گی جو اس کو بشار الاسد سے کہیں زیادہ ناپسند ہیں اور اگر وہ حکومت بنا کر خلافت کا اعلان کرنے میں کامیاب ہو گئے تو بہت سے سر پھرے دنیا کے کونے کونے سے ان کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ ان کو یہ ڈر ہے کہ چند ہزار پا پیادہ طالبان جو ان کی اور ان کے اتحادیوں کی بے پناہ عسکری طاقت کے باوجود ان کے قابو نہیں آئے اور مغربی قوتوں کو شکست سے دوچار کر گئے، اگر شام میں ان کے ہم خیال کامیاب ہو گئے تو وہ دنیا کے آخری کونے تک امریکہ کا پیچھا کریں گے اور امریکہ کو کہیں سر چھپانے کو جگہ نہیں ملے گی۔

امریکہ کے لئے سب سے بہتر صورت حال اس جنگ کی طوالت ہے۔ شیعہ اور سنی طاقتیں جو اسرائیل کی دھجیاں اڑا سکتی ہیں ان کا آپس میں کٹ مرنا ہی دشمن کے مفاد میں ہے۔ اس لئے اس کے بیانات اور حکمتِ عملی سازشی اور اشتعال انگیز ہیں، تاکہ دونوں طرف آگ برابر لگی رہے۔ دوسرا مقصد جنگ کی طوالت اور تباہی سے روس کے مفادات کو نقصان پہنچانا ہے۔ اور یہ بات دیکھنے میں آرہی ہے کہ سنی مزاحمت کار روس کی شامی حکومت کو امداد کے باعث اس سے سخت نفرت کر رہے ہیں اور اس موقع کی تلاش میں ہیں کہ روس کو زک پہنچائی جائے۔ غوطہ میں مزاحمت کاروں کے زیر قبضہ علاقے میں بشار حکومت کی طرف سے نہایت بہیمانہ انداز سے زہریلی گیس کے ذریعے جس طرح 3,2 ہزار افراد مارے گئے ہیں، اس کے بعد امریکہ شام پر حملہ آور ہوا ہے تو عین ممکن ہے کہ روس براہِ راست مداخلت پر مجبور ہو جائے جیسا کہ اس نے دھمکی دی ہے کہ اگر امریکہ نے شام پر حملہ کیا تو وہ سعودی عرب پر حملہ کر دے گا۔ اس جنگ میں دوسری بات جو دیکھنے میں آرہی ہے وہ یہ ہے کہ عرب کی سنی آبادی (جو شام کی جنگ کا اثر لے رہی ہے اور سنی جہادی مظاہرین کی ہمدرد ہے) اور خود شامی مزاحمت کار بھی طالبان کو اپنا ہیرو اور ملا محمد عمر مجاہد کو اپنا لیڈر اور امیر المومنین مانتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی وجہ طالبان کا اخلاص اور اُن کے ہاتھوں ہونے والی امریکہ اور نیٹو کی کامیاب چھترول ہے۔ پہلے بھی جب طالبان کابل میں حکمران تھے تو ان کی حکمرانی دنیا بھر کی جہادی تنظیموں کے لئے حوصلہ افزائی اور قوت کا باعث بنی تھی۔

وہ ان کے لئے مشعل راہ کا کام کر رہے تھے، اب جبکہ امریکہ جیسی سپر پاور نیٹو جیسی عسکری قوتوں کے ہمراہ طالبان کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے تو دنیا میں اب ایسا کون ہے جو ان کا راستہ روک سکے؟ مسلمان ممالک کی حکومتیں اور عوام کا ایک طبقہ جو مخصوص ذہنیت کی بنا پر افغان طالبان کی مخالفت پر کمربستہ ہے، اُن کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے، اور اپنے رویے پر غور کرنا چاہیے۔

شام کے تناظر میں ایک اور اہم معاملہ ایران، عراق، شام گیس پائپ لائن کا پراجیکٹ بھی ہے۔ یہ پراجیکٹ بھی مغرب، بالخصوص اسرائیل کو بہت کھٹکتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے پاکستان کے گیس پائپ لائن کے سمجھوتے امریکہ کو گوارا نہیں۔ چین، پاکستان، وسطی ایشیا سے لے کر ایران، عراق و شام تک گیس پائپ لائن کی یہ منصوبہ بندی (جس کو مشہور تجزیہ نگار Pepe Escobar پائپ لائنستان (Pipelinestan) کا نام دیتا ہے) بھی دہشت گردی کے خلاف جنگ کا ایک بڑا محرک ہے، اور یہی محرک مشرق وسطیٰ میں جاری موجودہ کھیل کے پیچھے بھی ہے۔

شام کی جنگ کے اثرات عراق اور لبنان تک تو پہنچ ہی گئے ہیں۔ مرسی شام میں مداخلت کے جرم کی سزا بھگت رہے ہیں۔ جلد مصر میں بھی بالکل شام والے حالات ہوتے نظر آرہے ہیں جیسا کہ مصری فوج اور عبوری حکومت کے رویے سے عیاں ہے۔ مصر کو جانتے بوجھتے ہوئے خانہ جنگی کی طرف لے جایا جارہا ہے۔ اگر آئندہ آنے والے چند ہفتوں میں ایسا ہو جاتا ہے، تو عراق سے لے کر مصر تک پورا خطہ مسلمانوں کی خانہ جنگی کی لپیٹ میں آجائے گا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ گزشتہ چند برسوں کے حالات کے باعث اس پورے خطے میں، عراق سے لیبیا، فلسطین و مصر سے صومالیہ اور شام سے یمن تک مال و دولت، رضا کار جنگجو اور اسلحہ وافر مقدار میں دستیاب ہے۔ اگر مصر میں خانہ جنگی پھوٹ پڑتی ہے تو شام سے لیبیا اور مصر سے صومالیہ و سوڈان تک

تباہی اور جنگ کا ایک انتہائی خوفناک اژدھا آزاد ہو جائے گا۔ جس سے نہ صرف یہ کہ پورا خطہ، بلکہ پوری دنیا کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ عالمی طاقتیں اپنے اپنے مفادات کی فکر کریں گی جس کے نتیجے میں ایک بہت بڑی عالمی جنگ چھڑ سکتی ہے، اور عالمی طاقتیں اتنی خوفناک جنگ میں ایٹمی، کیمیائی اور حیاتیاتی اسلحے کا بے دریغ استعمال کریں گی۔ اس جنگ میں ممکنہ طور پر عالم اسلام کا ایک حصہ امریکہ اور نیٹو کے کیمپ میں اور دوسرا حصہ روس اور چین کے کیمپ میں ہوگا۔ اس کی تیاریاں اور صف بندی ابھی سے ہونی شروع ہو چکی ہے۔ اس سلسلے میں ایک خفیہ رپورٹ حال ہی میں Yale University کے ''میگزین آف انٹرنیشنل افیئرز'' کی وساطت سے سامنے آئی ہے۔ اس رپورٹ کی تصدیق پال رابرٹسن جیسے امریکی ماہرین کر چکے ہیں جو خود بھی کبھی امریکی انتظامیہ کا حصہ رہ چکے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق پنٹاگون کی چین کے خلاف جنگ کی منصوبہ بندی ہو چکی ہے، جسے بوقت ضرورت بروئے کار لایا جائے گا۔ یوں بھی آپ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے دنیا بھر میں فوجی اڈوں کے نقشے پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ چین، روس اور عالمِ اسلام کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں اور اوپر بیان کیے گئے منظرنامے کا بندوبست کرنے کے لئے کسی بھی ناگہانی حادثہ کے لئے تیار بیٹھے ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس ناگہانی حادثہ کے جواز کو خود پیدا کر کے نتائج کے منتظر ہیں۔

اس سارے کھیل میں اسرائیل کی جانب سے ذرا بھی توجہ نہیں ہٹائی جانی چاہیے۔ اس سارے کھیل کے دوران وہ دو کارروائیاں کر سکتا ہے۔ یا تو وہ خود پر حملے کا واویلا مچا کر عرب پڑوسیوں پر چڑھ دوڑے گا یا مسجد اقصیٰ کو چپکے سے گرا کر عرب پڑوسیوں اور مجاہدین کو خود پر حملہ کرنے کا موقع دے گا، تاکہ وہ جوابی کارروائی میں 1967ء کے مقابلے میں کہیں زیادہ شدت کے ساتھ عرب پڑوسیوں کا کچومر نکال کر ان کا رہا سہا دم ختم کر دے اور گریٹر اسرائیل کے راہ میں حائل رکاوٹوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دے۔

ہمیں یہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ سعودی عرب اور ترکی میں بھی شام، لیبیا اور مصر کی طرز پر بغاوت اور خانہ جنگی کی کوششیں جاری ہیں۔ ترک و سعودی معاشرے کے مخصوص طبقوں کو مغرب کی جانب سے فنڈنگ اور تھپکی مل رہی ہے۔ ابھی تک سعودی اور ترک حکومتیں ان کو دبانے میں کامیاب رہی ہیں، لیکن اگر عراق وشام سے لے کر مصر تک جنگ پھیل جاتی ہے تو خطے کا کوئی ملک محفوظ نہیں رہے گا، اور جس آتش فشاں پر ترک و سعودی حکومتیں بیٹھی ہیں وہ اچانک پھٹ پڑے گا۔ ایسی ہی کوششیں گزشتہ کئی برس سے پاکستان میں بھی جاری ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا حکمران طبقہ، پالیسی ساز اور دفاع کے ذمہ داران ان زمینی، سیاسی، معاشی، جغرافیائی اور دینی حقائق کو سامنے رکھ کر پالیسی بنائیں۔ امریکہ کی اندھی تقلید اور اس کی جنگ اور کاسہ لیسی سے جان چھڑائیں۔ امریکہ اتنے گھاؤ کھا چکا ہے کہ وہ آپ کو عسکری نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ اس کا ایجنڈا آپ کو اندر سے کمزور کرنا، بھارت کا زیردست کرنا اور چین سے دور کر کے تنہا کرنا ہے۔ اپنے مفادات کو سامنے رکھیں اور ڈٹ کر پالیسی بنائیں اور چین اور عالمِ اسلام میں اپنے دوستوں کو اعتماد میں لئے رکھیں۔ آپ ہر ڈاڑھی والے کو دہشت گرد اور ہر بندوق والے کو طالبان کہنا بند کر دیجئے۔ افغان معاملات میں طالبان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھئے کہ وہی افغانستان کی اصل اور واحد پاکستان دوست قوت ہے۔ ایسے کسی کھیل کا حصہ نہ بنئے جو افغان طالبان دشمنی پر مبنی ہو۔ امریکہ شکست کھا چکا ہے۔ آج نہیں تو کل اس کو یہاں سے جانا ہے اور جلد یا بدیر کابل میں حکومت طالبان کی ہوگی۔ بھارت کے افغانستان میں بڑھتے اثر ورسوخ پر نظر رکھیں اور افغان طالبان کو بھارت سے نمٹنے دیں۔ طالبان نے غزوۂ ہند کی پیشن گوئیاں پڑھ رکھی ہیں۔ وہ ہندو سے دو دو ہاتھ کرنے کے مشتاق ہوں گے۔ رہ گئے پاکستانی طالبان تو آپ کو یقیناً اچھی طرح معلوم ہوگا کہ ان میں جرائم پیشہ اور غیر ملکی ایجنسیوں کے ایجنٹ نام نہاد طالبان کون ہیں اور حقیقی مجاہدین کون۔ اس تفریق کو عوام کے سامنے بھی لائیے اور اسی تفریق کے تناظر میں ملک میں سیکیورٹی پالیسی اپنائیے۔ یہ تفریق حقیقی امن کے لئے بے حد ضروری ہے۔ وہ حقیقی مجاہدین جو ملا عمر کے ماننے والے ہیں وہ نہ صرف آپ کے نرم رویئے پر آپ سے صلح کریں گے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جرائم پیشہ عناصر کے خاتمے میں آپ کی مدد کریں جیسا کہ شمالی وزیرستان میں ہوتا رہا ہے۔ دین کی بنیاد کی طرف لوٹئے۔ پاکستان میں اسلامی قوانین بالخصوص اسلام کے نظامِ عدل کے قیام اور سود کے خاتمے کو ترجیح بنائیے۔ دنیا بالخصوص عالمِ اسلام ایک تباہ کن موڑ پر کھڑے ہیں۔ تیسری عالمی جنگ چھڑنے کا حقیقی امکان موجود ہے۔ ابھی سے منصوبہ بندی اور مناسب پالیسی بنانے کی ضرورت ہے۔ عوام کو بھی فکری، روحانی اور جسمانی طور پر ان خطروں اور آزمائشوں کے لئے تیار کیجئے۔ جب صہیونی قوتیں اور متعصب عیسائی اس گمان میں ہیں کہ ہرمجدون (Armageddon) کی جنگ کا وقت قریب ہے اور وہ اس تناظر میں اپنی حکمت عملیاں اور تیاریاں مکمل کر رہے ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ ہم مسلمان پھر بھی خوابِ غفلت میں رہیں۔ کئی دہائیاں پسنے کے بعد اب عرب جاگنا شروع ہوئے ہیں، اور یہی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی پہلی نشانی ہے۔ عالمِ اسلام کے عسکری اور سیاسی میدانوں میں مغرب کی شکست شروع ہو چکی ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے
قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے

عربوں کا خون بہہ رہا ہے۔ مغربی قوت کے فریب سے پردہ اٹھ رہا ہے۔ بازی پلٹنے کو ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی ہے، جو پوری ہو کر رہے گی۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم بھی اپنی اصل کی طرف لوٹ چلیں۔


## ضرورت رشتہ

☆ قریشی خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم ایف اے، امورِ خانہ داری میں ماہر، خلع یافتہ، خوبصورت کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے

برائے رابطہ: 37490643 (042)

0321-8444241

☆ ہمیں اپنے بیٹے، عمر 29 سال، ACCA جاری، ذاتی کاروبار۔ بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم بی اے، تین سال قرآن و حدیث کورس کر رکھا ہے صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لئے دینی مزاج کے حامل موزوں رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0301-3097594


## دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم تونسہ شریف کے رفیق کریم بخش بزدار کے بھائی گل محمد بزدار بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین سے بھی اُن کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ
رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

## ڈاکٹر آصف قرآن کمپلیکس راولپنڈی میں دورۂ ترجمہ قرآن پروگرام

بحمداللہ تنظیم اسلامی کے زیرِاہتمام اس سال بھی رمضان کے مہینے میں ملک کے بڑے شہروں میں تقریباً 100 مقامات پر دورۂ ترجمہ قرآن کا انعقاد کیا گیا اور ہزاروں لوگوں نے قرآن حکیم سنا اور اس کے ترجمہ ومختصر تشریح سے استفادہ کی سعادت حاصل کی۔ یہ قیام اللیل یقیناً ان کے لئے اجرِ آخرت کا باعث اور قرآن فہمی میں ممد ومعاون ہوگا، ان شاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اسرار احمدؒ بانی تنظیم اسلامی پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے، جنہوں نے تقریباً 30 سال قبل دورۂ ترجمہ قرآن کے اس نیک اور بابرکت کام کا آغاز کیا تھا۔ جس میں اب ہر سال اضافہ ہو رہا ہے اور لوگوں کی دورۂ ترجمہ قرآن پروگراموں میں دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ اس سال راولپنڈی اسلام آباد میں 9 مقامات پر دورۂ ترجمہ قرآن ہوا۔ نائب ناظم اعلیٰ خالد محمود عباسی نے ڈاکٹر آصف قرآن کمپلیکس کے آرایل روڈ میں دورۂ ترجمہ قرآن مکمل کیا۔ اگرچہ اس قرآن کمپلیکس میں یہ پروگرام پہلی دفعہ ہوا، لیکن مقامی دو تناظیم مسلم ٹاؤن والنور کالونی کے رفقاء کی محنت اور بھرپور دعوت کی وجہ سے پروگرام میں بڑی تعداد میں لوگ شرکت کرتے رہے اور پوری دلجمعی سے ترجمہ قرآن سنا۔ انتظام کے لحاظ سے مین ہال مردوں کے لیے مخصوص تھا جبکہ بیسمنٹ میں خواتین کے لئے اہتمام کیا گیا تھا۔ دونوں حصوں میں ملٹی میڈیا سے پڑھی جانے والی آیات کو نمایاں (highlight) کیا جاتا رہا، تاکہ سامعین کی درس پر بھرپور توجہ مرکوز رہے۔ مدرس جناب خالد محمود عباسی نے قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تشریح کے دوران مشکل آیات کا لغوی ترجمہ کرنے کے بجائے ترجمانی کی۔ قرآن مجید کی تشریح وتوضیح بیان کرتے ہوئے آیات کا شانِ نزول اختصار لیکن جامع الفاظ میں بیان کیا۔ قرآن مجید کے کئی ایک مقامات کے حوالے سے فرائض دینی کا جامع تصور، دین ومذہب کا فرق اور منہج انقلاب نبویؐ کے مراحل کو خوبصورت پیرائے میں اختصار کے ساتھ بیان کیا۔ فقہی مسائل کو زیرِ بحث نہیں لایا گیا، صرف قرآن کے بنیادی پیغام کو مؤثر انداز میں اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا، جس کی وجہ سے سامعین نے پورا دورۂ ترجمہ قرآن بڑی توجہ اور انہماک سے سنا۔

اس پروگرام کے لیے ''ڈاکٹر آصف قرآن کمپلیکس'' کا دستیاب ہونا خالصتاً اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام تھا۔ دورۂ ترجمہ قرآن کے لیے یہ قرآن کمپلیکس نہایت موزوں تھا۔ یہ قرآن کمپلیکس حاجی منظور احمد خان و حاجی مسعود احمد خان نے اپنی رہائش کے ساتھ بنایا ہے۔ انہوں نے اسے اپنے مرحوم بیٹے ڈاکٹر آصف خان کے نام سے موسوم کیا ہے، اور درس قرآن، دورۂ ترجمہ قرآن ودیگر دینی اجتماعات کے لیے مختص کر دیا ہے، تاکہ اس کا ثواب ڈاکٹر آصف خان مرحوم کو پہنچے اور ان کی فیملی کے لیے بھی باعث اجر وثواب ہو۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر آصف خان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے اور حاجی برادران اور اُن کی فیملی کو بھی اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ ان حضرات نے نہ صرف دورۂ ترجمہ قرآن و درس قرآن کے لیے قرآن کمپلیکس پیش کیا بلکہ تمام انتظامات میں بہت تعاون کیا۔ وہ سامعین کے لیے پُرتکلف سحری کا اہتمام بھی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تعاون اور انفاق فی سبیل اللہ کو قبول فرمائے۔ اس پروگرام کے لیے چند رفقاء کو ناظمین کی ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ تمام ناظمین نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا۔ خاص طور پر آڈیو، ویڈیو کے ناظم فرخ سلطان نے بہت کم وقت میں مین ہال اور خواتین ہال میں آڈیو، ویڈیو وملٹی میڈیا کا بہترین انتظام کیا اور وہ ہمہ وقت سسٹم کی نگرانی کے لئے موجود رہے۔ اسی طرح ناظم ریفریشمنٹ عبدالرحمٰن کھوکھر اور خورشید عالم بہت احسن طریقے سے ریفریشمنٹ اور سحری کا انتظام کرتے رہے۔ 25 رمضان المبارک کو دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل ہوئی۔

## رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

''قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد'' میں

**مبتدی تربیتی کورس**

**15 تا 21 ستمبر 2013ء**

(بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

اور

**امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع**

**20 تا 22 ستمبر 2013ء**

(بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔
زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء ونقباء
متعلقہ پروگرام میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

**برائے رابطہ:** محمد رشید عمر 0300-6690953
(041)2624290-2420490

**المعلن: مرکزی شعبہ تربیت تنظیم اسلامی**
(042)36316638-36366638
0332-4178275

### بقیہ: کارتریاقی

بالآخر پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے۔ ذمہ داری میڈیا کی بھی ہے۔ مصر کو پوری دنیا نے دیکھ لیا لیکن قبائل ایک آہنی پردے کے پیچھے ظلم سہتے رہے۔ پرائی جنگ کی آگ بڑی محنت سے ہم نے اپنی بنانے کو دن رات ایک کیا ہے۔ اب نئے ارادے باندھنے سے پہلے مشرقی سرحد سے اٹھتے چیلنج دیکھ لیے جائیں۔ ڈرون، مسلسل گولہ باری، جارح بھارتی میڈیا، سیلابی حملے، اور ادھر ایک فدویانہ چشم پوشی۔ 367 بھارتی قیدی رہا! ڈیڑھ لاکھ پاکستانی فوج امریکی خدمت کے لیے مسلمانوں کے سر پر براجمان! ریت میں دیا سر نکال کر ذرا مشرق سے خونخوار دشمن کے عزائم بھی دیکھ لیجیے۔ اپنوں کے مذاکرات کے ہاتھ جھٹک کر جان کے لاگو دشمنوں سے دوستی کا دم بھرنا؟ دنیا جاگ اٹھی ہے۔ مسلم عوام نے مصر وشام میں استعمار اور اس کے کارندوں کو پہچان لیا ہے۔ احتیاط برتیئے۔! اس لیے کہ اب ع سنگ وآہن کے بھی سینوں میں شرر جاگ اٹھے!

Maryam Sakeenah

# "STILL, I RISE"

## (REFLECTIONS ON THE MASSACRES IN EGYPT)

> *"By the sky containing great stars. And by the Promised Day. And [by] the witness and what is witnessed, Woe to the makers of the pit (of fire)! Fire supplied (abundantly) with fuel: When they were sitting near it. And they witnessed (all) that they were doing against the Believers. And they ill-treated them for no other reason than that they believed in Allah, Exalted in Power, Worthy of all Praise!- Him to Whom belongs the dominion of the heavens and the earth! And Allah is Witness to all things.*
>
> *Indeed, those who have tortured the believing men and believing women and then have not repented will have the punishment of Hell; they will have the punishment of the Burning Fire.*
>
> *Lo! those who believe and do good works, theirs will be Gardens underneath which rivers flow. That is the Great Success.*
>
> *Truly strong is the Grip (and Power) of thy Lord. It is He Who creates from the very beginning, and He can restore (life). And He is the Oft-Forgiving, Full of Loving-Kindness, Lord of the Throne of Glory, Effecter of what He intends. Has the story reached thee, of the forces- Of Pharaoh and the Thamud? Nay, but those who disbelieve live in denial. But Allah doth encompass them from behind!"*
>
> *[Surah Burooj: Chapter 85]*

*Hope is a stubborn thing. From the blood and gore, the spine-chilling images of charred bodies clinging to the pages of the Quran, there still rises hope.*

*History's verdict is unforgiving. Pages of history are reddened with massacres, genocide, killing of innocents: but at the end of the day what matters is whose side we were on, or whether we chose to be passive bystanders in a time of crisis.*

*Echoes from Egypt shall ring on for a long time to come, the images shall remain etched in memories. And the lessons we learn shall endure, reshaping our narrative, our destinies.*

*And that is the most crucial point: the lessons we learn. For one, the events in Egypt have exposed the hypocrisy of the secular-liberal elite that has proven itself to be a bedfellow of the military junta, the ruling oligarchies. As predicted by Essam Haddad:*

> *"The message will resonate throughout the Muslim world that democracy is not for Muslims. The message has in fact been enthusiastically taken up, with Islamists saying: we told you so. An article on one such website states: recent experience in Egypt has once again exposed the reality of 'democracy' and the true face of democracy-worshippers... democracy isn't meant for us Muslims. The few willing to undertake a deeper and more insightful analysis of the dynamics of political Islam as unfolded in Egypt and the greater Middle East are led to conclude that the problem is not democracy but lack thereof."*

*There is hope for the future of political Islam as the terrible events necessitate a soul-search, reflection and engagement with the daunting socio-political issues and realities we face. Such a*

*soul-search took a long time in coming, but it will help us make vital conclusions for steering the course of the journey.*

*The more simplistic and superficially drawn lesson will be to abandon democratic process- but it will not hold because the victim, for whom sympathy is understandably high, was committed to democratic process; while the brutal perpetrators subverted the democratic process- even though the rhetoric of democracy was shamelessly used for the purpose. Only a very superficial understanding would consider this to be the death-knell for Islam's democratic experiment. But to ensure the right lessons are learned, Muslim scholars, writers, academics and ulema have a crucial role to play: to rescue the narrative from those who would use it for subversive ends calling for rejecting the democratic project. Muslim scholarship must also recognize, following the events in Egypt, Syria, Bangladesh, Pakistan- the terrible danger of schisms and ideological polarization within Muslim societies- the widening rift between the secular and the religious, the cleavages of sect, denomination, ethnicity, nationalism. Understanding the gravity of this danger, they must become active agents of reconciliation- mending the cracks and helping the healing process by empowering the voices of 'middleness' that refuse to take sides, except as supporters and advocates for the sinned-against, the sufferers, the anonymous victim.*

*It is heartening to see the black-n-yellow image signifying solidarity with the victims of the Rabia massacre going viral on Facebook profiles. It is in our capacity for empathy that our humanity lies. The symbolism of it is remarkably suggestive and layered, too: with the resistance bearing the name of a Muslim woman (Rabia Al Adawiyyah). It has in it the makings of a fresh and brand new Muslim feminism articulated as a response to the savage use of chauvinistic power: military and political. The fact that Rabia Al Adawiyyah was an icon of Islamic spirituality- a tradition ignored and eclipsed as we embroiled ourselves in the battle for temporal power- is significant too. Salvation lies in rediscovering and reviving that spiritual tradition- not as a clever antidote to the socio-political struggle; not as a ploy to neutralize, but as a means to return the soul to that struggle; to inspire and revitalize and direct the course; and render that struggle meaningful.*

*Blood has been shed- but not in vain, insha Allah. It must water the springtime- which may not reach its blossoming in our lifetimes, but we must sow the seeds and water it with sacred blood and tears. We must stand on the right side of history, realizing that we owe this to the future. Or we shall never be forgiven as History pens down its verdict in eternal stone.*

*Organizations like the Muslim Brotherhood would be well advised to hold off the political struggle and prioritize the bigger social project which requires an all-embracing, universalistic approach that is less exclusivist and less essential. This will bear upon education and the media, creating leadership for the wider community, the academy, the media, courts of law and the civil-military bureaucracy. The political struggle, not needing to be called by a label, can be erected on surer footing, a more secure and deep-visionary and pragmatic, faithful to its religio-cultural roots and yet confidently forward-looking and willing to engage.*

*[Note: Ms. Maryam Sakeenah is the trailblazer in political discourse in English regarding developments in the Muslim world. Though the Editorial Board of Nida-e-Khilafat does not agree with all points of her analysis and methodological strategy, it nevertheless finds her ideas thoughtful. The title of this piece has been taken from the poetic works of Maya Angelou. Critical responses to this piece can be e-mailed to drabsarahmad45@gmail.com]*